Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرف دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے
سالانہ............. 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....دوسروں میں کیڑے نہ نکالیں.........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط145)...... طلاق، دومرتبہ ہے، پھراس کے بعد...........// // 5

درسِ حدیث .... پانچ چیزوں کا یقینی علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں.........// // 13

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ملفوظات.................................مفتی محمد رضوان 23

اہلِ جنت اور کافورو سلسبیل کی نہریں (حصہ سوم).........................مفتی محمد امجد حسین 26

لفظ برکت کی حقیقت.................................قاری جمیل احمد 31

ماہِ شوال: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.........مولانا طارق محمود 32

علم کے مینار: .... ابوحنیفہ، سخاوت کا پیکر............مولانا غلام بلال 34

تذکرۂ اولیاء:...........حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب.........مفتی محمد ناصر 38

پیارے بچو!...........ناشکرے اور بخیل نہ بنیں............مولانا محمد ریحان 43

بزمِ خواتین ....ازواجِ مطہرات کے نکاح (قسط5)............مفتی طلحہ مدثر 46

آپ کے دینی مسائل کا حل.........مقدّس اَوراق کا حکم (قسط2)......ادارہ 55

کیاآپ جانتے ہیں؟...موٹر سائیکل اور گاڑی وغیرہ استعمال کرنے کے آداب (دوسری وآخری قسط)...مفتی محمد رضوان 80

عبرت کدہ .... حضرت موسیٰ کا مدین کی طرف سفر.........مولانا طارق محمود 83

طب وصحت..........چند عام بیماریاں اوراُن کا آسان علاج (قسط4).........مفتی محمد رضوان 86

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز...........مفتی محمد امجد حسین 90

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 91

IdaraGhufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

دوسروں میں کیڑے نہ نکالیں

آج کے دور میں بہت سے لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح سے تو غافل نظر آتے ہیں، مگر دوسروں کی ذات میں کیڑے نکالنے اور دوسروں کی شان میں عیب جوئی کرنے میں بہت مستعد اور تیار دکھائی دیتے ہیں، ان کو اپنی ذات میں سالہا سال سے موجود بڑے بڑے عیب دکھائی نہیں دیتے، لیکن دوسروں میں جہاں کوئی چھوٹا سا عیب نظر آیا، وہ ان کو فوراً پہاڑ بن کر نظر آتا ہے۔

یہ طرزِ عمل انسان کے لیے بہت خطرناک ہے، کیونکہ ایک طرف تو اس طرزِ عمل کے نتیجہ میں انسان اپنی اصلاح سے محروم رہتا ہے، اور دوسری طرف خود اسلام میں اس چیز کو پسند نہیں کیا گیا کہ ایک شخص دوسروں کی عیب جوئی کرتا پھرے۔

عیب جوئی کرنے کے مذکورہ طرزِ عمل کی وجہ سے معاشرہ میں باہم دشمنیاں اور عداوتیں بھی جنم لیتی ہیں، اور آپس کا اتحاد و اتفاق بھی متاثر ہوتا ہے، جو امتِ مسلمہ کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔

اسی لیے قرآن وسنت میں اس قسم کی چیزوں پر سخت تردید کی گئی ہے، اور ان چیزوں کو برے اخلاق میں شمار کیا گیا ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سیاست سے لے کر نیچے تک تقریباً ہر شعبہ میں اس وقت بہت بڑا طبقہ ایک دوسرے کی عیب جوئی اور دوسرے کے اندر کیڑے نکالنے میں مصروف نظر آتا ہے، اس طبقہ کی رات و دن کی جستجو یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح سے فریقِ مخالف کی کوئی کمزور بات یا عیب ہاتھ لگ جائے، جس کو خوب اچھالا جائے، اور اس کو واسطہ بنا کر دوسرے کی مٹی پلید کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہے کہ تعمیر و اصلاح کے کاموں کے بجائے ساری توجہ دوسرے کی عیب جوئی یا بالفاظِ دیگر دوسرے کے بٹے مارنے کی طرف صَرف کی جاتی ہے۔

میڈیا پر ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی کا ایک نہ ختم ہونے والا طوفان نظر آتا ہے، جو اس دور میں بگڑے ہوئے اخلاق کی بدترین مثال ہے، اور اس جرم میں میڈیا کے وہ ذمہ داران بھی شامل ہیں، جو اس قسم کے

پروگرام منعقد کر کے لاکھوں عوام کے سامنے نہ صرف یہ کہ اس قسم کی بداخلاقی کا تماشا پیش کرتے ہیں، بلکہ اس قسم کی بداخلاقیوں کا مظاہرہ کرنے پر ایک دوسرے کے خلاف ابھارتے اور جوش بھی دلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں میڈیا کا کردار انتہائی حیران کن اور افسوسناک ہے، جس کے انتہائی برے اثرات معاشرے پر مرتب ہو رہے ہیں۔

مگران لوگوں کو نہ تو اللہ کا خوف ہے، اور نہ ہی کسی قانون کی پاسداری کا لحاظ ہے۔

اور اگر کبھی ان چیزوں پر نکیر کی جاتی ہے، تو اس کو میڈیا کی آزادی کے خلاف تصور کر کے ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کیا جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ کل قبر میں جانے کے بعد اور قیامت کے دن کیا دوسروں کی عیب جوئی کام آئے گی، اور نجات کا سامان بن سکے گی، اگر یکسوئی اور توجہ کے ساتھ اس سوال کا جواب سوچیں گے، تو اس کے نتیجہ تک پہنچنے میں مشکل پیش نہیں آئے گی۔

ہر شخص کو چاہیے کہ یکسوئی اور توجہ کے ساتھ اس سوال کا جواب ضرور سوچا کرے، تاکہ دوسروں میں کیڑے نکالنے کے مرض سے نجات حاصل ہو۔

Idara Ghufran

(سورہ بقرہ قسط145،آیت229) مفتی محمد رضوان

طلاق، دو مرتبہ ہے، پھر اس کے بعد

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ(سورة البقرة، آية ۲۲۹)

ترجمہ: طلاق دو مرتبہ ہے پھر روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے نیکی کرنے کے ساتھ (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیت میں شوہر کو اپنی بیوی سے رجوع کرنے کے حق کا بیان تھا، اب اس آیت میں یہ فرمایا گیا کہ جس طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وہ دو مرتبہ ہے، پھر دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد شوہر کو دو اختیار ہیں یا تو طلاق سے رجوع کرکے اچھے طریقہ پر بیوی کو اپنے نکاح میں روک کر رکھے، یا اچھے طریقہ کے ساتھ اس کو اسی طرح چھوڑے رکھے، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے، اور اگر ضرورت سمجھے تو تیسری طلاق دے دے، ان دونوں صورتوں میں عدت گزرنے کے بعد عورت اس مرد کے نکاح سے آزاد ہوجائے گی، اور اس کو کسی دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوگا۔

مذکورہ آیت میں کیونکہ طلاق کا بیان ہے، اس لیے طلاق کے بارے میں سب سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ شریعت کی نظر میں طلاق ناپسندیدہ عمل ہے، جو شیطان کو بہت پسند ہے۔

اسی لیے شیطان زوجین کے درمیان اختلاف اور پھوٹ ڈلوانے اور ناراضگی وناتفاقی پیدا کرانے کی بڑی کوشش کرتا ہے، اور اس پر بہت خوش ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ إِبۡلِيۡسَ يَضَعُ عَرۡشَهٗ عَلَى الۡمَاءِ، ثُمَّ يَبۡعَثُ سَرَايَاهُ، فَأَدۡنَاهُمۡ مِنۡهُ مَنۡزِلَةً أَعۡظَمُهُمۡ فِتۡنَةً، يَجِيۡءُ أَحَدُهُمۡ فَيَقُوۡلُ : فَعَلۡتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُوۡلُ : مَا صَنَعۡتَ شَيۡئًا، قَالَ ثُمَّ يَجِيۡءُ أَحَدُهُمۡ فَيَقُوۡلُ : مَا تَرَكۡتُهٗ حَتّٰى فَرَّقۡتُ بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ امۡرَأَتِهٖ، قَالَ :فَيُدۡنِيۡهِ مِنۡهُ وَيَقُوۡلُ : نِعۡمَ أَنۡتَ قَالَ

Idara Ghufran

الْأَعْمَشُ: أُرَاهُ قَالَ: فَيَلْتَزِمُهُ (مسلم) ؎١

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے، جو فتنہ ڈالنے میں ان میں بڑا ہو، ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا، پھر ان میں سے ایک (اور) آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے (فلاں آدمی) کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی، شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے کہ ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے) اعمش راوی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا کہ شیطان اسے (خوش ہوکر) اپنے سے چمٹا لیتا ہے (مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِيْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٤٤٠) ؎٢

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر سے بلا ضرورت طلاق مانگے، تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہوگی (مسند احمد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عن النبى -صلَّى الله عليه وسلم -قال" :أَبغَضُ الحَلالِ إلى اللهِ عزَّ وجلَّ الطَّلاقُ(سنن أبى داود، رقم الحديث ٢١٧٨) ؎٣

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں ناپسندیدہ چیز طلاق ہے (ابوداؤد)

اس کے بعد مذکورہ آیت میں طلاق کے مضمون سے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

؎١ رقم الحديث ٢٨١٣ "٦٧"كتاب صفة القيامة والجنة والنار،باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس وأن مع كل إنسان قرينا.

؎٢ قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

؎٣ قال شعيب الارنؤوط:رجاله ثقات، لكن الصحيح عند الأئمة إرساله(حاشية سنن ابى داؤد)

حضرت ابورزین اسدی سے مرسلاً روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :لَهُ :أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالَى (الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ)قَالَ :فَأَيْنَ الثَّالِثَةُ؟، قَالَ :تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ الثَّالِثَةُ(المراسیل لابی داوٗد) ۱؎

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے قول ’’الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ‘‘ کے بارے میں کیا خیال ہے، تیسری طلاق کا ذکر کہاں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ‘‘ تیسری طلاق ہے (المراسیل، عبدالرزاق، ابنِ ابی شیبہ)

اس طرح کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی متصلاً مروی ہے، مگر اس حدیث کو بعض حضرات نے شاذ قرار دیا ہے۔

اور مذکورہ مرسل حدیث کی تائید حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتی ہے۔ ۲؎

چنانچہ حضرت علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ:

عن ابن عباس قوله ":الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان "قال :إذا طلق الرجل امرأته تطليقتين، فليتق الله فى التطليقة الثالثة، فإما أن يمسكها بمعروف فيحسن صحابتها، أو يسرحها بإحسان

۱؎ رقم الحديث ۲۲۰ ،باب النظر عندالتزويج،مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۱۱۰۹۱ ،مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۱۹۵۶۱ ، كتاب الطلاق، باب ما قالوا فى قوله تعالى :الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان.

۲؎ قال ابن حجر العسقلانى:ويرجح الأول ما أخرجه الطبرى وغيره من طريق إسماعيل بن سميع عن أبى رزين قال قال رجل يا رسول الله الطلاق مرتان فأين الثالثة قال إمساك بمعروف أو تسريح بإحسان وسنده حسن لكنه مرسل لأن أبا رزين لا صحبة له وقد وصله الدارقطنى من وجه آخر عن إسماعيل فقال عن أنس لكنه شاذ والأول هو المحفوظ وقد رجح الكيا الهراسى من الشافعية فى كتاب أحكام القرآن له قول السدى ودفع الخبر لكونه مرسلا. وأطال فى تقرير ذلك بما حاصله أن فيه زيادة فائدة وهى بيان حال المطلقة وأنها تبين إذا انقضت عدتها قال وتؤخذ الطلقة الثالثة من قوله تعالى فإن طلقها اه والأخذ بالحديث أولى فإنه مرسل حسن يعتضد بما أخرجه الطبرى من حديث بن عباس بسند صحيح قال إذا طلق الرجل امرأته تطليقتين فليتق الله فى الثالثة فإما أن يمسكها فيحسن صحبتها أو يسرحها فلا يظلمها من حقها شيئا(فتح البارى لابنِ حجر، ج۹ص ۳۶۶،قوله باب من جوز الطلاق الثلاث)

فلا یظلمها من حقها شیئا(تفسیر الطبری) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمۡسَاکٌ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِیحٌ بِإِحۡسَانٍ'' کے بارے میں فرمایا کہ جب آدمی اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے، تو اسے چاہیے کہ وہ تیسری طلاق میں اللہ سے ڈرے، پھر یا تو اس کو اچھے طریقہ پر روک کر رکھے، اور اس سے اچھا سلوک کرے، یا پھر اس کو اچھے طریقہ پر چھوڑ دے، اور اس کے حق میں کسی قسم کی کوتاہی اور ظلم سے کام نہ لے (تفسیر طبری)

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دو مرتبہ طلاق کے بعد دو اختیارات ہیں، یا تو رجوع کر کے اچھے طریقہ پر بیوی کو رکھنا، یا پھر بیوی کو چھوڑ دینا، لیکن اگر تین طلاق دے دیں، تو اس کے بعد شوہر کو رجوع کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عن ابنِ عباسٍ :(وَالۡمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِأَنۡفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ أَنۡ یَکۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِی أَرۡحَامِهِنَّ)الآیة ,وذلک أن الرجلَ کان إذا طلَّقَ امرأتَه فهو أحقُّ بِرَجۡعَتِها وإن طَلَّقها ثلاثاً، فَنُسِخَ ذلک، وقال :(الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ)(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۱۹۵) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ''وَالۡمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِأَنۡفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ أَنۡ یَکۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِی أَرۡحَامِهِنَّ'' کے بارے میں فرمایا کہ (زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں) ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا اور اس کو رجعت کا اختیار باقی رہتا تھا، خواہ اس نے تین طلاقیں ہی کیوں نہ دی ہوں، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ'' (یعنی طلاق دو مرتبہ ہے، اس کے بعد رکھ لینا یا چھوڑ دینا ہے) (ابوداؤد)

---

[1] رقم الحدیث ۴۷۸۷، سورة البقرة، احکام القرآن للطحاوی، رقم الحدیث ۲۰۱۸، ج۲ص۴۴۷، کتاب الطلاق، تأویل قوله تعالی :الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان.

[2] قال شعیب الارنؤوط:إسناده حسن .علی بن حسین - .وهو ابن واقد المروزی -حسن الحدیث(حاشیة سنن ابی داؤد)

وقال الالبانی: صحیح(ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل للالبانی، تحت رقم الحدیث ۲۰۸۰)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں جتنی چاہے طلاق دے کر شوہر اپنی بیوی سے رجوع کرلیا کرتا تھا، جس پر ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ'' والی آیت نازل ہوئی۔ ؎

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کے بعد شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں ہوتا۔

حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْـنَ عُـمَـرَ، طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً، وَهِيَ حَائِضٌ، فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَمَرَهُ أَنْ يَرْجِعَهَا، ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى، ثُمَّ

؎ حدثنا ابن حميد قال، حدثنا جرير، عن هشام بن عروة، عن أبيه قال :كان الرجل يطلق ما شاء ثم إن راجع امرأته قبل أن تنقضى عدتها كانت امرأته، فغضب رجل من الأنصار على امرأته، فقال لها :لا أقربُک ولا تحلّين منى .قالت له :كيف؟ قال :أطلّقک، حتى إذا دنا أجلک راجعتک، ثم أطلقک، فإذا دنا أجلک راجعتک .قال :فشكت ذلک إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فأنزل الله تعالى ذكره ":الطلاق مرتان فإمساک بمعروف"الآية(تفسير الطبرى لابنِ جرير، ج۴ص ۵۳۹، رقم الحديث ۴۷۷۹،سورة البقرة)

قال الالبانی: ويتقوى الحديث بأن له شاهدا مرسلا ,وروى موصولا.

أخرجه ابن جرير فى "تفسيره "(2/276) وغيره من طريق جرير عن هشام بن عروة عن أبيه قال " :كان الرجل يطلق ما شاء ,ثم إن راجع امرأته قبل أن تنقضى عدتها كانت امرأته ,فغضب رجل من الأنصار على امرأته ,فقال لها :لا أقربک ولا تحلين منى ,قالت له :كيف؟ قال :أطلقک حتى إذا دنا أجلک راجعتک ,ثم أطلقک ,فإذا دنا أجلک راجعتک ,قال :فشكت ذلک إلى النبى صلى الله عليه وسلم ,فأنزل الله تعالى ذكره (الطلاق مرتان ,فإمساک بمعروف) الآية ."

قلت :وهذا سند صحيح مرسل .ووصله يعلى بن شبيب عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة ,قالت ": كان الناس والرجل يطلق امرأته ما شاء أن يطلقها وهى امرأته إذ ارتجعها وهى فى العدة ,وإن طلقها مئة مرة أو أكثر ,حتى قال رجل لامرأته :والله لا أطلقک فتبينى منى ,ولا آويک أبدا ,قالت :وكيف ذاک؟ قال: أطلقک ,فكلما همت عدتک أن تنقضى راجعتک ,فذهبت المرأة حتى دخلت على عائشة فأخبرتها , فسكتت عائشة حتى جاء النبى صلى الله عليه وسلم فأخبرته ,فسكت النبى صلى الله عليه وسلم حتى نزل القرآن :(الطلاق مرتان ...) قالت عائشة فاستأنف الناس الطلاق مستقبلا من كان طلق ومن لم يكن طلق ."

وقال الحاكم " :صحيح الإسناد ,ولم يتكلم أحد فى يعقوب بن حميد بحجة ."

وتعقبه الذهبى بقوله " :قلت :قد ضعفه غير واحد ."

قلت :نعم ,ولكن الراجح أنه حسن الحديث ,وعلى كل حال فليس هو علة هذا الإسناد لأنه قد تابعه قتيبة وهو ابن سعيد عند الترمذى وهو ثقة حجة ,وإنما العلة من شيخه يعلى بن شبيب فإنه مجهول الحال لم يوثقه غير ابن حبان ولهذا قال الحافظ فى "التقريب " :"لين الحديث ."

وقال الترمذى عقبه " :حدثنا أبو كريب :حدثنا عبد الله بن إدريس عن هشام بن عروة عن أبيه نحو هذا الحديث بمعناه ,ولم يذكر فيه عائشة ,وهذا أصح من حديث يعلى بن شبيب ."(ارواء الغليل فى تخريج احاديث منار السبيل للالبانى، تحت رقم الحديث ۲۰۸۰)

يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا، قَالَ " :وَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ "فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَيَقُولُ :أَمَّا أَنَا فَطَلَّقْتُهَا وَاحِدَةً أَوِ اثْنَتَيْنِ، ثُمَّ "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُرْجِعَهَا، ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى، ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا "، وَأَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا، فَقَدْ عَصَيْتَ اللهَ بِمَا أَمَرَكَ بِهِ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ

(مسند احمد، رقم الحديث ۴۵۰۰)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دے دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو بیوی سے رجوع کرنے کا حکم دیا، پھر دوسرا حیض آنے تک مہلت دینے کا حکم فرمایا، پھر عورت کے پاکی کا زمانہ آنے تک رکے رہنے اور پھر بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے طلاق دینے کا حکم فرمایا، اور یہی وہ عدت ہے، جس کا اللہ عزوجل نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے جب اس آدمی کے بارے میں سوال کیا جاتا، جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی ہو، تو وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی تھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کرنے اور دوسرا حیض آنے، پھر اس کے بعد پاکی کا زمانہ آنے تک رکے رہنے اور پھر صحبت کرنے سے پہلے طلاق دینے کا حکم فرمایا تھا، اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے، تو آپ نے تو تین طلاقیں دے دی ہیں، اور آپ نے اللہ کی اس چیز میں نافرمانی کردی ہے، جس کا تجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے حکم دیا گیا تھا، اور تیری بیوی تجھ سے لاتعلق ہوگئی ہے (اس لیے اب تجھے رجوع کا حق نہیں رہا) (مسند احمد)

یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔ [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

وأخرجه مسلم (1471) (3) من طريق اسماعيل ابن عُلية، بهذا الإسناد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایک یا دو طلاق دینے کے بعد تو رجوع کا اختیار ہوتا ہے، لیکن تین طلاق کے بعد رجوع کا اختیار نہیں ہوتا۔

اور اس قسم کی احادیث میں ایک وقت یا ایک مجلس کی کوئی قید اور ذکر نہیں پایا جاتا، اس لیے جمہور فقہائے کرام کے نزدیک جس طرح الگ الگ اوقات کی تین طلاقیں معتبر ہوتی ہیں، اسی طرح ایک وقت کی تین طلاقیں بھی معتبر ہو جاتی ہیں، وہ الگ بات ہے کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا گناہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ بلا ضرورت طلاق دینا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے، اس لیے طلاق کا عمل اس وقت تک اختیار نہیں کرنا چاہیے، جب تک سخت ضرورت پیش نہ آجائے، اور میاں بیوی کے درمیان مصالحت و مفاہمت کا کوئی راستہ بظاہر باقی نہ رہے۔

پھر جب غور و فکر اور مشاورت کے بعد طلاق دی جائے، اس وقت بھی شریعت کا حکم یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق نہ دی جائے، اور نہ ہی عورت کی اس پاکی کے زمانہ میں طلاق دی جائے، جس میں شوہر نے بیوی سے صحبت کر لی ہو، بلکہ ایسی پاکی کے زمانہ میں طلاق دی جائے، جس میں شوہر نے صحبت نہ کی ہو۔

پھر جب طلاق دی جائے، تو صرف ایک رجعی طلاق دینے پر اکتفاء کیا جائے، نہ تو ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، اور نہ ہی بائن طلاق دی جائے، جس میں رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

اور جب ایک یا دو رجعی طلاقیں دے دی جائیں، تو اس کے بعد عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کو رجوع کا اختیار ہوتا ہے، اگر وہ عدت کے اندر رجوع کر لے، تو نکاح بحال رہتا ہے، لیکن جو طلاق دے دی گئی، وہ شمار کی جاتی ہے، اور آئندہ صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہی باقی رہ جاتا ہے۔

اور اگر تین طلاقیں دے دی جائیں، خواہ ایک وقت میں یا آگے پیچھے، تو اس کے بعد جمہور اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک شرعی طریقہ پر حلالہ کے بغیر میاں بیوی کو دوبارہ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوتا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأخرجه عبد الرزاق (10954) ، ومسلم (1471) (8) ، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار 3/53 "من طرق، عن أیوب، به.وأخرجه عبد الرزاق (10953) ، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار 3/53 "، والطبرانی فی "الأوسط "(1646) ، والدارقطنی فی "السنن10-4/9 "، وابن عدی فی "الکامل6/2445 "، من طرق، عن نافع، به.وأخرجه الطیالسی (1871) ، وعبد الرزاق (10952) ، وسعید بن منصور (1546) ، ومسلم (1471)6)) ، والنسائی فی "المجتبی6/141 "، وأبو یعلی (5650) ، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار 3/52 "، وابن حبان (4264) ، والبیهقی فی "السنن" 7/323، 325من طریقین عن ابن عمر، به(حاشیة مسند احمد)

ہندوستان، پاکستان کے اکابر کی تائیدات وتصدیقات
کے ساتھ اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

بسلسلہ: اصلاحِ افکار

مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار
اور
تنظیمِ فکرِ ولیُ اللّٰہی کے نظریات
کا تحقیقی جائزہ

فلسفہ فکرِ ولیُ اللّٰہی اور مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے متعلق اہلِ علم واہلِ افتاء کی آرا
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف نسبت کی حقیقت۔
مولانا عبیداللہ سندھی کی طرف منسوب غیر معتدل وشاذ افکار پر کلام
مولانا سندھی اور تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے متعلق متعدد اکابر
اور اہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آراء، تحریرات وفتاویٰ
مؤلف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام
اصلاح وترمیم شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ محرمُ الحرام
کے
فضائل واحکام

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلے میں ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام
ماہِ محرمُ الحرام سے اسلامی سال کے آغاز وسنِ ہجری کا تعلق
دینی احکام میں اسلامی وقمری سن وماہ کی اہمیت
دس محرم کے دن نفلی روزہ وغیرہ کی فضیلت واہمیت اور متفرق احکام
مؤلف
مفتی محمد رضوان

صدقہ کے فضائل
اور
بکرے کا صدقہ

شرعی صدقہ پر مرتَّب ہونے والے عظیم فضائل وفوائد
صدقہ کی حقیقت ومفہوم اور اس کی مختلف صورتیں
شرعی صدقہ کے مقاصد اور مقبول صدقہ کی شرائط
صدقہ میں بے جا قیود اور فضول پابندیوں کے نقصانات
بکرے کے مروّجہ صدقہ کا شرعی حکم اور بکرے کے صدقہ
کرنے کی نیت کر لینے اور منت مان لینے کے بعد شرعی حکم
عبادتِ مالیہ سے متعلق شرعی وفقہی قواعد وضوابط
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 1
علمی وتحقیقی رسائل

(1)... معینُ المفتی
(2)... رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَۃِ التَّمْلِیْکِ
(3)... غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)... اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَۃُ فِیْ حُرْمَۃِ الْمُصَاهَرَۃِ
(5)... تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ
(6)... مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق
مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ
کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

پانچ چیزوں کا یقینی علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں

کئی احادیث میں پانچ چیزوں کو ''مفتاح الغیب'' بتلایا گیا ہے، کہ ان پانچ چیزوں کا یقینی علم، اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں۔

قرآن مجید کی ایک آیت سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

وہ احادیث تو بعد میں ذکر کی جاتی ہیں، پہلے وہ آیت ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (سورة لقمان، رقم الآية ٣٤)

ترجمہ: بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کیا کمائے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ علیم ہے، خبیر ہے (سورہ لقمان)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ احادیث میں ان پانچ چیزوں کو ''مفتاح الغیب'' قرار دیا گیا ہے، جن کا علم اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں۔

اب وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَفَاتِيحُ الغَيْبِ خَمْسٌ، ثُمَّ قَرَأَ :(إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ)(صحيح البخاري، رقم الحديث ٤٧٧٨)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ لقمان کی) یہ آیت تلاوت فرمائی: ''إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ'' آخر تک (بخاری)

اورحضرت ابنِ عمررضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مِفْتَاحُ الغَيْبِ خَمْسٌ لا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ :لا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ، وَلا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ، وَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ "(صحيح البخاری، رقم الحديث ١٠٣٩)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے، اور نہ یہ جانتا ہے کہ رحموں میں کیا چیز ہے، اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کل کیا کرے گا، اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ وہ کس ملک میں مرے گا، اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ بارش کب ہوگی (بخاری)

کل کیا ہونے والا ہے، اس میں قیامت کا علم بھی داخل ہے، مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :خَمْسٌ لا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ: (إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ)(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٢٩٨٦) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کیا کمائے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ علیم ہے، خبیر ہے (مسند احمد)

---

[1] (لا يعلم أحد) غيره تعالى (ما يكون فى غد)، شامل لعلم وقت قيام الساعة وغيره، وفى رواية سالم عن أبيه، فى سورة الأنعام، قال :مفاتيح الغيب خمس (إن الله عنده علم الساعة) ...إلى آخر سورة لقمان (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، للقسطلانى، ج٢، ص ٢٥٩، أبواب الاستسقاء، باب لا يدرى متى يجىء المطر إلا الله)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد قوى من أجل حسين بن واقد المروزى، فهو صدوق لا بأس به، وباقى رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ، مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ " :مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلَكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا :إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبَهْمِ فِي الْبُنْيَانِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ تَلَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ) " قَالَ :ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :رُدُّوا عَلَيَّ الرَّجُلَ، فَأَخَذُوا لِيَرُدُّوهُ، فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ(مسلم، رقم الحديث ٩"٥")

ترجمہ: اس آنے والے شخص نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے اس بات کا زیادہ جاننے والا نہیں ہے، لیکن میں تمہیں اس کی علامات بتاتا ہوں، جب باندی اپنی مالکہ کو جنے گی، یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، جب ننگے بدن اور ننگے پاؤں رہنے والے لوگوں کے سردار ہوجائیں گے، تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، جب اونٹوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنا کر فخر کریں گے، تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے (سورہ لقمان کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

"إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ"

"بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کیا کمائے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ علیم ہے، خبیر ہے"

Idara Ghufran

پھر وہ (سوال کرنے والا) شخص پشت پھیر کر چلا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو واپس لاؤ، لوگوں نے اس کو تلاش کیا، مگر وہ نہ ملا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل تھے، جو اس لیے آئے تھے، تاکہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ، فَحَدِّثْنِي مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :سُبْحَانَ اللهِ فِي خَمْسٍ مِنَ الغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلا هُوَ :(إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ)وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ)وَلَكِنِ إِنْ شِئْتَ حَدَّثْتُكَ بِمَعَالِمَ لَهَا دُونَ ذَلِكَ "، قَالَ :أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَحَدِّثْنِي .قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا رَأَيْتَ الْأَمَةَ وَلَدَتْ رَبَّتَهَا أَوْ رَبَّهَا، وَرَأَيْتَ أَصْحَابَ الشَّاءِ تَطَاوَلُوا بِالْبُنْيَانِ، وَرَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْجِيَاعَ الْعَالَةَ كَانُوا رُؤُوسَ النَّاسِ، فَذَلِكَ مِنْ مَعَالِمِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا ."قَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ أَصْحَابُ الشَّاءِ وَالْحُفَاةُ الْجِيَاعُ الْعَالَةُ؟ قَالَ " :الْعَرَبُ "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٩٢٤) [1]

ترجمہ: اس آنے والے شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ بتایئے کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ! یہ غیب کی ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

”إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ“

”بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کیا کمائے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ علیم ہے، خبیر ہے“

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن، وإسناده كسابقه(حاشية مسندا حمد)

البتہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس (قیامت) کی کچھ نشانیاں بتا دیتا ہوں جو اس سے پہلے ظاہر ہوں گی؟ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ باندی اپنی مالکن کو جنم دے رہی ہے اور بکریاں چرانے والے بڑی بڑی عمارتوں پر ایک دوسرے سے فخر کرنے لگے ہیں، ننگے بھوکے اور محتاج لوگ سردار بن چکے ہیں، تو یہ قیامت کی علامات اور نشانیوں میں سے ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ بکریاں چرانے والے، ننگے، بھوکے اور محتاج لوگ کون ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ عرب (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے واقع ہونے کے وقت کا متعین علم صرف اللہ کے پاس ہے، لیکن اس کی بہت سی علامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلادی گئی ہیں، جن میں سے چند علامات کا مذکورہ احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا :یَا أُمَّتَاہُ ھَلْ رَأٰی مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَبَّہٗ؟ فَقَالَتْ :لَقَدْ قَفَّ شَعَرِیْ مِمَّا قُلْتَ، أَیْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ، مَنْ حَدَّثَکَھُنَّ فَقَدْ کَذَبَ مَنْ حَدَّثَکَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأٰی رَبَّہٗ فَقَدْ کَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(لَا تُدْرِکُہُ الْأَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْأَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ)(وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ أَنْ یُکَلِّمَہُ اللّٰہُ إِلَّا وَحْیًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ)وَمَنْ حَدَّثَکَ أَنَّہٗ یَعْلَمُ مَا فِی غَدٍ فَقَدْ کَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا)وَمَنْ حَدَّثَکَ أَنَّہٗ کَتَمَ فَقَدْ کَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(یَا أَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ)الآیَۃَ وَلٰکِنَّہٗ رَأٰی جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی صُوْرَتِہٖ مَرَّتَیْنِ(بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے ماں! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، کیا تجھے ان تین باتوں کی خبر نہیں ہے؟ کہ جو بھی شخص ان میں

---

[1] رقم الحدیث ۴۸۵۵، کتاب تفسیر القرآن،باب قولہ :وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب.

سے کوئی بات تجھ سے کہے گا، تو وہ جھوٹا ہوگا، ایک تو اگر کوئی شخص تجھ سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو وہ جھوٹا ہے، پھر انہوں نے (سورہ انعام کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ: ”لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ“ ”نہیں پاسکتیں اس کو نگاہیں، اور وہ پالیتا ہے نگاہوں کو، اور وہ انتہائی لطیف ہے، خبیر ہے“ اور (سورہ شوریٰ کی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ) ”وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ“ ”اور نہیں ہے کسی بشر کو قدرت، اس بات کی کہ وہ اللہ سے کلام کرے، مگر وحی کے طور پر یا حجاب کے پیچھے سے“ دوسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ وہ جانتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے تو وہ جھوٹا ہے، پھر (سورہ لقمان کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ”وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا“ ”اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کرے گا“ تیسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات چھپائی ہے تو وہ جھوٹا ہے پھر (سورہ مائدہ کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ”يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ“ ”اے رسول! تبلیغ کیجئے ان چیزوں کی، جو نازل کی گئیں آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے“ آخر آیت تک (اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے (بخاری)

بنی عامر کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

فَقُلْتُ لَه هَلْ مِنَ الْعِلْمِ شَيْءٌ لَا تَعْلَمُهُ؟ قَالَ :لَقَدْ عَلَّمَ اللَّهُ خَيْرًا وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ، الْخَمْسُ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ (إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ) (الادب المفرد للبخارى، رقم الحديث ١٠٨٤، باب إذا قال أدخل ولم يسلم) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن، وإسناده كسابقه(حاشية مسندا حمد)

[1] قال الالبانى:قلت :وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين غير الرجل العامرى، وهو صحابى فلا يضر الجهل باسمه، فإن الصحابة عدول كما هو مذهب أهل الحق(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٢٧١٢)

Idara Ghufran

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں، جن کا آپ کو علم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے خیر کی باتوں کا علم دیا ہے (یعنی اللہ نے جن چیزوں کا مجھے علم دیا ہے، وہ علم خیر والا ہے، اور جن چیزوں کا مجھے علم نہیں دیا گیا، ان کا مجھے علم دیئے جانے میں خیر نہیں تھی) اور علم میں سے وہ چیزیں جو اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہیں، ان میں پانچ چیزیں بھی داخل ہیں، جن کو اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا، بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہ بارش نازل کرتا ہے، اور جانتا ہے ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کل کیا کمائے گا (اور کیا کرے گا) اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کس زمین میں مرے گا (الادب المفرد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا الْخَمْسَ :"(إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ)(مسند احمد، رقم الحديث ۵۵۷۹) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا کر دی گئیں، سوائے پانچ چیزوں کے:

''بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کیا کمائے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ علیم ہے، خبیر ہے'' (مسند احمد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] عن ابن عمر، قال " :أتى نبيكم صلى الله عليه وسلم مفاتيح الغيب إلا الخمس، ثم تلا هذه الآية :(إن الله عنده علم الساعة) (لقمان34 :) إلى آخرها(مسند ابى داؤد الطيالسى،رقم الحديث ۱۹۱۸)

قال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتي:واسناده صحيح(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج۱۰ ص۴۲، رقم الحديث ۴۸۲۲"۲۸"، كتاب الايمان، باب سؤال جبربل النبى -صلى الله عليه وسلم- عن الإيمان والإسلام والإحسان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أُوتِيَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحَ كُلِّ شَيْءٍ غَيْرَ خَمْسٍ :(إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ)(مسند الإمام أحمد،رقم الحديث ٣٦٥٩) [1]

ترجمہ: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کی کنجیاں دے دی گئی ہیں سوائے پانچ چیزوں کے (پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کیا کمائے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ علیم ہے، خبیر ہے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث کی سند اگرچہ صحیح ہے، لیکن اس حدیث کے شروع والے الفاظ کو بعض محدثین نے شاذ قرار دیا ہے، اور یہ احتمال ظاہر کیا ہے کہ اس میں ایک حدیث کا متن دوسری میں داخل ہو گیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد يحتمل التحسين، وحسنه ابن كثير فى "التفسير"(حاشيه مسنداحمد)

[2] قال ابن حجر:وأخرجه الطيالسى فى مسنده عن إبراهيم بن سعد عن الزهرى بلفظ أوتى نبيكم مفاتح الغيب إلا الخمس ثم تلا الآية وأظنه دخل له متن فى متن فإن هذا اللفظ أخرجه بن مردويه من طريق عبد الله بن سلمة عن بن مسعود نحوه وقال الشيخ أبو محمد بن أبى جمرة عبر بالمفاتح لتقريب الأمر على السامع لأن كل شىء جعل بينك وبينه حجاب فقد غيب عنك والتوصل إلى معرفته فى العادة من الباب فإذا أغلق الباب احتيج إلى المفتاح فإذا كان الشىء الذى لا يطلع على الغيب إلا بتوصيله لا يعرف موضعه فكيف يعرف المغيب انتهى ملخصا(فتح البارى لابنِ حجر، ج٨ص ٥١٤،قوله باب قوله إن الله عنده علم الساعة)

وقال الالبانى:(أوتيت مفاتيح كل شىء إلا الخمس :(إن الله عنده علم الساعة، مينزل الغيث، ويعلم ما فى الأرحام، وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا، وما تدرى نفس بأى أرض تموت، إن الله عليم خبير). شاذ أوله

أخرجه أحمد (٨٦/٢) : حدثنا محمد بن جعفر :حدثنا شعبة عن عمر بن محمد بن زيد أنه سمع أباه محمدا يحدث عن ابن عمر عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال ... :فذكره.

وأخرجه الطبرانى فى "المعجم الكبير(١٩٨/٣/٢)"من طريق الإمام أحمد.

قلت :وهذا إسناد صحيح، رجاله كلهم ثقات على شرط الشيخين، وقد أخرجه البخارى فى تفسير لقمان(٣٩٥/٣فتح) من طريق ابن وهب :حدثنى عمر بن محمد بن زيد أن أباه حدثه به بلفظ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ نکلا کہ مذکورہ اشیاء کا یقینی علم، اللہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں کہ آپ کو تمام غیب کی باتوں کا علم تھا، بلکہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سب سے زیادہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمایا تھا، لیکن اس کے باوجود وہ علم، اللہ کے علم کے مقابلہ میں بہت کم تھا، کیونکہ اللہ نے بہت سی غیب کی باتوں کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء نہیں فرمایا تھا، جس میں بہت سے حکمتیں تھیں۔

اور مذکورہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے علاوہ کس کے پاس نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا قطعی اور یقینی علم کسی غیرُ اللہ کے پاس نہیں، اور اگر کسی کو ہوتا بھی ہے، تو ایک تو وہ یقینی نہیں ہوتا، دوسرے وہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ "خمس لا يعلمهن إلا الله "..، دون قوله " :أوتيت ."وقال الحافظ ":هكذا قال ابن وهب (يعنى فى الإسناد) ، وخالفه أبو عاصم فقال :عن عمر بن محمد بن زيد عن ابن عمر .أخرجه الإسماعيلى، فإن كان محفوظا احتمل أن يكون لعمر بن محمد فيه شيخان :أبوه وعم أبيه."

قلت :وخالفهما شعبة فقال -كما تقدم :-عن عمر بن محمد بن زيد :أنه سمع أباه محمدا ...كما فى رواية أحمد هذه ولم يقف الحافظ عليها، ولعلها أصح من رواية الاثنين؛ فإنها من جهة توافق رواية أبى عاصم فى قوله " :عمر بن محمد بن زيد "، فباجتماعهما تترجح على رواية ابن وهب، ومن جهة أخرى تخالفها فى قوله" :عن سالم "بدل" :عن أبيه ."والله أعلم.

ولرواية سالم أصل كما يأتى، فقد رواه ابن شهاب عنه عن أبيه مرفوعا به دون "أوتيت."

أخرجه البخارى أيضا(۸/۲۱۹)وأحمد(۲/۱۲۲) والطبرانى(۲/۳/۱۹۴)

وأخرجه الطيالسى فى "مسنده(۱۸۰۹)"حدثنا ابن سعد عن الزهرى به بلفظ:

"أتى نبيكم مفاتيح الغيب إلا الخمس، ثم تلا هذه الآية ." ...

وهذا إسناد صحيح أيضا، لكن قال الحافظ:

"وأظنه دخل له متن فى متن؛ فإن هذا اللفظ أخرجه ابن مردويه من طريق عبد الله بن سلمة عن ابن مسعود نحوه."

قلت :وأخرجه أيضا أحمد (۱/۳۸۶و۴۳۸ و۴۴۵)والطبرى فى "تفسيره(۱۱/۴۰۱/۱۳۳۰۵)

"وأبو يعلى (۵۱۵۳)والحميدى(۱۲۴)من هذا الوجه، وفيه ضعف؛ لأن عبد الله بن سلمة قال الحافظ":صدوق تغير حفظه."

وللحديث طريق أخرى عن ابن عمر مرفوعا به دون الزيادة؛ أخرجه البخارى(۲/۴۳۵)، وأحمد (۲/۲۴و۵۲و۵۸)من طريق سفيان عن عبد الله بن دينار عنه.

وجملة القول؛ أن هذه الزيادة "أوتيت"، لم يطمئن القلب لثبوتها، وإن كان إسنادها صحيحا كما تقدم؛ لتفرد الراوى بها دون سائر الطرق، ولعدم وجود الشاهد المعتبر لها، فهى شاذة .وخفى هذا على المعلق على "مسند أبى يعلى"،فجعل حديث ابن عمر من رواية الطيالسى والبخارى الأخيرة شاهدا لحديث ابن مسعود الذى فيه الزيادة المنكرة .وكثيرا ما يقع له مثل هذا الخلط، وهو مما يدل على حداثته فى هذا العلم(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۳۳۳۵)

آثار وقرائن اور ذرائع سے پتہ لگا کر ہوتا ہے، جبکہ اللہ کو ان چیزوں کا یقینی علم ہر وقت ہے۔ لے

لے (خمس لا يعلمهن إلا الله) على وجه الإحاطة والشمول كليا وجزيئا فلا ينافيه اطلاع الله بعض خواصه على كثير من المغيبات حتى من هذه الخمس لأنها جزئيات معدودة وإنكار المعتزلة لذلك مكابرة (إن الله عنده علم الساعة) أى تعيين وقت قيامها (وينزل) بالتخفيف والتشديد (الغيث) أى يعلم نزوله فى زمانه (ويعلم ما فى الأرحام) من ذكر وأنثى وشقى وسعيد (وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا) من خير وشر جعل لنا الدراية التى فيها معنى الجبلة ولجنابه تقدس العلم تفرقه بين العلمين وأفاد أن ما هو بجبلتنا لا نعرف عاقبته فكيف بغيره (وما تدرى نفس بأى أرض تموت) خص المكان ليعرف الزمان من باب أولى لأن الأول فى وسعنا بخلاف الثانى وتخصيص الخمسة لسؤالهم عنها(حم والرويانى) فى مسنده عن (بريدة) قال الهيثمى :رجال أحمد رجال الصحيح اه وظاهر صنيع المصنف أن ذا مما لم يخرج فى أحد الصحيحين مع أن البخارى خرجه فى الاستسقاء بلفظ مفاتيح الغيب خمس (إن الله عنده علم الساعة) إلخ(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث٣٩٦٣)

(ولا يعلم أحد ما يكون فى الأرحام) أذكر أم أنثى، شقى أم سعيد إلا حين أمره الملك بذاك.

(ولا تعلم نفس ماذا تكسب غدا) من خير أو شر، وربما تعزم على شىء وتفعل خلافه.

(وما تدرى نفس بأى أرض تموت) كما لا تدرى فى أى وقت تموت.........(وما يدرى أحد متى يجىء المطر) زاد الإسماعيلى :إلا الله، أى :إلا عند أمر الله به، فإنه يعلم حينئذ، وهو يرد على القائل :إن لنزول المطر وقتا معينا لا يتخلف عنه(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى،للقسطلانى،ج٢،ص٢٥٩،أبواب الاستسقاء،باب لا يدرى متى يجىء المطر إلا الله)

وقوله تعالى :وينزل الغيث أى فى إبانه من غير تقديم ولا تأخير فى بلد لا يتجاوزه به وبمقدار تقتضيه الحكمة، الظاهر أنه عطف على الجملة الظرفية المبنية على الاسم الجليل على عكس قوله تعالى :نسقيكم مما فى بطونها ولكم فيها منافع (المؤمنون 21 :) فيكون خبرا مبنيا على الاسم الجليل مثل المعطوف عليه فيفيد الكلام الاختصاص أيضا والمقصود تقييدات التنزيل الراجعة إلى العلم لا محض القدرة على التنزيل إذ لا شبهة فيه فيرجع الاختصاص إلى العلم بزمانه ومكانه ومقداره كما يشير إلى ذلك كلام الكشف، وقال العلامة الطيبى فى شرح الكشاف :دلالة هذه الجملة على علم الغيب من حيث دلالة المقدور المحكم المتقن على العلم الشامل وقوله تعالى ويعلم ما فى الأرحام أى أذكر أم أنثى أتام أم ناقص وكذلك ما سوى ذلك من الأحوال عطف على الجملة الظرفية أيضا نظير ما قبله، وخولف بين عنده علم الساعة وبين هذا ليدل فى الأول على مزيد الاختصاص اعتناء بأمر الساعة ودلالة على شدة خفائها، وفى هذا على استمرار تجدد التعلقات بحسب تجدد المتعلقات مع الاختصاص، ولم يراع هذا الأسلوب فيما قبله بأن يقال :ويعلم الغيث مثلا إشارة بإسناد التنزيل الى الاسم الجليل صريحا إلى عظم شأنه لما فيه من كثرة المنافع لأجناس الخلائق وشيوع الاستدلال بما يترتب عليه من إحياء الأرض على صحة البعث المشار إليه بالساعة فى الكتاب العظيم قال تعالى :وإن كانوا من قبل أن ينزل عليهم من قبله لمبلسين فانظر إلى آثار رحمت الله كيف يحى الأرض بعد موتها إن ذلك لمحى الموتى (الروم 49 :، 50) وقال سبحانه :ويحى الأرض بعد موتها وكذلك تخرجون (الروم 19 :) إلى غير ذلك، وربما يقال :إن لتنزيل الغيث وإن لم يكن الغيث المعهود دخلا فى المبعث بناء على ما ورد من حديث مطر السماء بعد النفخة الأولى مطرا كمنى الرجال ، وقيل:الاختصاص راجع إلى التنزيل وما ترجع إليه تقييداته التى يقتضيها المقام من العلم، وفى ذلك رد على القائلين مطرنا بنوء كذا وللاعتناء برد ذلك لما فيه من الشرك فى الربوبية عدل عن يعلم إلى ينزل وهو كما ترى(روح المعانى للآلوسى، ج ١١ ص١٠٦،١٠٧، سورة لقمان)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

ملفوظات

گھر سے بلا ضرورت باہر نہ نکلنا

(9مارچ2016)

فرمایا کہ احادیث میں فتنوں کے زمانہ میں گھروں میں رہنے اور زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید وترغیب آئی ہے۔
اور آج کل گھر سے باہر، گلیوں اور بازاروں وغیرہ میں طرح طرح کے فتنوں کا مشاہدہ ہے، بہت سے فتنے گھر سے باہر نکلنے کے نتیجہ میں لازم آتے ہیں، اور گھر میں رہنے کے نتیجہ میں ان فتنوں سے حفاظت رہتی ہے۔
اسی لئے موجودہ دور میں اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں، اور حتی الامکان اپنے اپنے گھر میں رہنے کی کوشش کریں۔
واقعی قرآن وسنت میں بڑی اہم چیزوں کی پیش گوئی کردی گئی ہے، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ثابت ہوتی جارہی ہیں، اور ایمان ویقین والوں کے لئے اطمینانِ قلبی کا باعث بن رہی ہیں، میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ موجودہ دور میں قرآن وسنت کی معجزانہ تعلیمات مشاہداتی طور پر تواتر کے ساتھ سامنے آرہی ہیں، جن کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کا عینُ الیقین اور حقُ الیقین ہوتا جارہا ہے، اور اسلامی تعلیمات سے طبعی لگاؤ میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

موجودہ دور میں ضعیف احادیث کی نشاندہی کی ضرورت

(10مارچ2016)

فرمایا کہ ضعیف احادیث کے بارے میں اہلِ علم حضرات کے بڑے طبقہ کی رائے یہ ہے کہ بعض شرائط کے ساتھ فضائل کے باب میں ان کو بیان کرنا جائز ہے، تاکہ نیک اعمال کی طرف رغبت پیدا ہو۔
لیکن ان کے ثبوت پر عقیدہ رکھنا خلافِ احتیاط ہے۔
مگر آج کل تحقیق کی کمی اور علم کی کمزوری کی بناء پر عوام میں بہت سی ضعیف بلکہ شدید ضعیف احادیث کے ثبوت کا عقیدہ پایا جاتا ہے، اور قوی اور ضعیف میں امتیاز کئے بغیر ان کو ایک درجہ میں رکھا جاتا ہے، جبکہ قوی

اور ضعیف احادیث کا ایک درجہ نہیں ہے۔اس لئے میرا ذوق یہ ہے کہ حتی الامکان ضعیف حدیث کا ضعف بیان کر دیا جائے،تا کہ اس کو قوی کا درجہ حاصل نہ ہو۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات اس ذوق سے اختلاف کرتے ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ ضعیف احادیث کے ضعف کو بیان نہ کیا جائے، ورنہ ضعیف احادیث پر لوگوں کی عقیدت کمزور پڑ جائے گی، میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں کہ ضعیف حدیث کے متعلق عقیدہ کمزور ہی ہونا چاہئے۔

ضعیف حدیث کے ضعف کو سن کر اس پر عقیدہ کا ضعیف ہونا ہی مطلوب ہے،اس میں کیا خرابی ہے۔

کرکٹ کا کھیل فتنوں کا باعث ہے

(10مارچ2016)

فرمایا کہ کرکٹ کا کھیل کئی فتنوں کا باعث ہے، کرکٹ کے شوق کی وجہ سے کتنے لوگوں کی زندگیاں برباد ہو چکی ہیں، کرکٹ کے کھیل کا شوق ایسا ہے کہ جو آگے ہی بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ زندگی کے ضروری اور اہم کاموں پر غالب آجاتا ہے۔

جب کرکٹ کا کھیل ہوتا ہے، تو ہار جیت کو بہت بڑی چیز سمجھا جاتا ہے، جیتنے پر جوش وخروش کے ساتھ خوشیاں منائی جاتی ہیں، مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، ناچ گانا اور فائرنگ اور آتش بازی وغیرہ نہ جانے کیا کچھ کیا جاتا ہے، جس میں مال اور وقت کا ضیاع لازم آتا ہے، اور بعض اوقات فائرنگ وغیرہ سے کسی کا جانی نقصان بھی ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات کرکٹ کے کھیل پر جوا بھی کھیلا جاتا ہے، بلکہ سننے میں آیا ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے تو کرکٹ کے کھیل کی ایک ایک گیند پر جوا کھیلا جاتا ہے۔

اور اگر اپنی پسندیدہ جماعت یا گروہ جس کو''ٹیم'' کہا جاتا ہے، شکست کھا جائے تو غم وغصہ کا اظہار کیا جاتا ہے، بعض دفعہ غصہ میں آکر مالی وجانی نقصان بھی کر لیا جاتا ہے۔

پھر اس کے علاوہ سارا سارا دن بلکہ کئی دنوں تک کرکٹ کا کھیل سننے اور دیکھنے کے لئے وقت خرچ کیا جاتا ہے۔

اور بعض اوقات مہنگے داموں پر ٹکٹ خرید کر کرکٹ کے میدانوں میں کھیل دیکھنے کے لئے جایا جاتا ہے، بلکہ اس مقصد کے لئے سفر بھی کیئے جاتے ہیں، بعض لوگ تو اس مقصد کے لئے دوسرے ملکوں کا سفر بھی کرتے ہیں، پھر کھیل کے دوران اپنے فریق کے حق میں یا مقابل ومخالف فریق کے خلاف نعرہ بازی کی جاتی ہے، جس میں غیر شرعی گفتگو کی جاتی ہے، مثلاً بڑائی اور تکبر اور فخر وتفاخر کا اظہار، یا دوسرے کی تحقیر و

تذلیل اور تمسخر و مذاق اڑانا،اور کرکٹ کے کھیل کے شائقین ہمہ وقت کرکٹ کے کھیل یا کھلاڑیوں کے بارے میں سوچتے اور گفتگو کرتے ہیں۔

غرضیکہ اس کرکٹ کے کھیل نے جو کہ ایک گیند یا بلے کا کھیل ہے،دنیا کے بہت بڑے طبقہ کا تماشا بنایا ہوا ہے۔

اسی لئے کسی نے کہا تھا کہ کرکٹ کا کھیل دراصل گرگٹ کی طرح ہے،جو وقت کے ساتھ رنگ پلٹتا اور بدلتا ہے،اور انسانوں کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے۔اللہ اس قسم کی فضولیات ولغویات سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

تعمیر کے سلسلہ میں تجربہ کی بات

(11مارچ2016)

فرمایا کہ آج کل گھروں وغیرہ میں پانی کی سپلائی کے لئے لوہے کی پائپ لائن بچھائی جاتی ہے،اور اگر یہ پائپ لائن نمی یا پانی والی جگہ میں ہو،تو جلد ہی زنگ لگ کر خراب ہو جاتی ہے۔

اس نقصان سے بچنے کے لئے پلاسٹک کی پائپ لائنیں مفید ہیں،جبکہ انڈر گراؤنڈ فٹنگ کی جائے۔

اور آج کل جو ٹائلیں لگائی جاتی ہیں، پھر ان کو تیزاب وغیرہ سے دھویا جاتا ہے،تو ان کی جھریوں کے درمیان سوراخ ہو جاتے ہیں،اور پانی نیچے جانا شروع ہو جاتا ہے،جس سے فرش میں نمی داخل ہونی شروع ہو جاتی ہے،اس کے بجائے،چپس ایسی چیز ہے کہ اس میں نمی آر پار نہیں ہوتی۔

مقالات ومضامین (جنت کے قرآنی مناظر:50) مفتی محمد امجد حسین

اہلِ جنت اور کافور وسلسبیل کی نہریں (حصہ سوم)

كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا (ایسا جام جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی یعنی سونٹھ کی)

پیچھے کافوری شراب پلائے جانے کا ذکر ہوا، اس آیت میں سونٹھ ملا مشروب پلائے جانے کا ذکر ہے، دنیاوی سونٹھ کے بھی بڑے طبی منافع اور فوائد ہیں، اور طرح طرح کی مرغن ومقوی غذاؤں کے ساتھ ان کی بادی وغیرہ، مضر اثرات کو معتدل کرنے کے لئے ادرک کی صورت میں یہ عام استعمال ہوتی ہے۔

ادرک ہی خشک ہوکر سونٹھ کہلاتا ہے، جس کے طبی منافع خشک ہوکر مزید بڑھ جاتے ہیں، اس لیے اطباء کے ہاں دسیوں نسخوں میں اس کا استعمال ہے، جو انسان کے نظامِ انہضام اور معدہ کے امراض کے لئے مفید ہے، جنت کی سونٹھ کی اپنی حقیقت، خاصیت، تاثیر، منافع وغیرہ ہوں گے، جن میں سے یہ امر تو خود اگلی آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ زنجبیل جو جنت میں ہوگی، یہ سیّال اور لیکویڈ چیز ہوگی، جس کا مستقل چشمہ جنت میں جاری ہوگا کہ نام اس چشمہ کا ''سلسبیل'' ہے۔

جنتیوں کی جو انواع واقسام کی غذائیں، اور مشروبات ہوں گے، شاید ان کی فرحت وتاثیر کو بڑھانے کے لئے یہ زنجبیل ملا مشروب عام جنتیوں کو استعمال کرایا جائے، کیونکہ جنتی طعام ومشروبات میں مضر اثرات نہ ہوں گے، اور اصل یہ چشمہ عالی مقام مقربین کے لیے ہوگا۔

لؤلؤا منثورا (بکھرے ہوئے موتی)

جنت میں جو نوعمر ونوخیز لڑکے خدمت کے لئے مقرر ہوں گے، اور ہمیشہ ہی لڑکپن کی حالت میں رہیں گے، ان کی خوبصورتی وزیبائی کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہ مانند بکھرے موتیوں کے محسوس ہوں گے۔

موتی کے ساتھ ان کی تشبیہ ان کے حسن وخوبصورتی، جمال ورعنائی، چہرے بشرے کی چمک دمک اور اعضاء جسم کے سڈول ونزاکت میں ہے، اور بکھرے ہوئے ہونا یہ تشبیہ ان کی جنت میں ہر طرف منتشر آنے جانے، جابجا موجود ہونے کی ہے، جس طرح سچے موتی کسی لڑی میں پرونے کی بجائے، ایک وسیع

صاف وہموار جگہ میں ہر طرف بکھیر دیے جائیں۔ [1]

رأیت نعیما و ملکا کبیرا (جنت میں ہر طرف نعمتیں اور بڑی بادشاہی دیکھے گا)

تین مقامات ہیں، تینوں کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ جنت، جہنم اور دنیا۔

جہنم میں صرف اور صرف دکھ، ناگواریاں محتاجی وبے اختیاری، تکلیفیں اور مصیبتیں ہی ہیں، راحت ونعمت نام کو بھی نہیں۔

جنت میں نعمت، راحت، امن وعیش، فرحت وسُرور، اعزاز واکرام اور شاہانہ اختیارات ہیں، دکھ ورنج، محتاجی وبے اختیاری نام کو نہیں۔

دنیا جو موجودہ عالم ہے، جس سے ہم گزر رہے ہیں، اور بہت سے گزر گئے ہیں، اس کے بارے میں ہمیں پورا تجربہ ہے کہ اس میں دکھ وسکھ، راحت وآفت، نعمت ومصیبت، خوشحالی وبدحالی، خوشگواری وناگواری، اختیار واحتیاج، دونوں چیزیں رَلی ملی اور نوبت بہ نوبت ہیں۔

یہاں خالص رنج بھی نہیں کہ انسان پوری زندگی کبھی بھی کسی بھی قسم کی خوشی وراحت ہی نہ دیکھے۔

خالص خوشی اور امن وعیش بھی نہیں کہ انسان تمام زندگی ناگواری وبدحالی، غم وصدمہ ہی نہ دیکھے۔

اسی طرح اختیار واحتیاج بھی رلے ملے ہیں، ذرا تصور کرو، بڑے سے بڑا بادشاہ، جو وسائل واسباب کی انواع واقسام کا حامل ومالک ہو، جس کے پاس مال ودولت، حکومت وسلطنت، قوت وطاقت، کرّ وفرّ ٹھاٹھ باٹھ ہوں، اس کا حکم ہر طرف جاری ہو، وہ بھی رنج والم سے صدمہ وغم سے ناگواری وبدحالی سے اسی طرح گزرتا رہتا ہے، جس طرح دوسرے لوگ، بیماری وتکلیف، عزیز واقارب اور اپنے پیاروں کی موت وتکلیف، بڑھاپا اور بعض دفعہ زوالِ حکمرانی بھی، غرضیکہ اس طرح بیسیوں چیزیں ناگواریوں کی، اس کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں، بلکہ اس کی خوشی کی طرح بدحالی بھی سب سے بڑھ کر ہوتی ہے، اگر حکومت یا اختیار

---

[1] موتی کو لؤلؤ کے علاوہ عربی میں ''درّ'' بھی کہتے ہیں، لڑی میں پروئے ہوئے ہوں، یا ہار کی شکل میں ہوں، تو انہیں درّ منظوم کہتے ہیں، پروئے ہوئے نہ ہوں، بکھرے ہوئے ہوں، تو انہیں درمنثور یا لؤلؤ منثور کہتے ہیں۔

تفسیر درمنثور قرآن مجید کی عربی تفسیر کا نام بھی ہے، یعنی قرآنی علوم کے موتی اس میں بکھرے ہوئے ہیں، اسی سے عربی، فارسی، اردو میں نظم ونثر کے الفاظ مستعمل ہیں، یعنی فصیح وبلیغ کلام موتیوں کی مانند ہے، یہ اگر خاص وزن، بحر ردیف، اور قافیہ میں تشکیل وترتیب دیا گیا ہو، تو یہ نظم یا منظوم کلام کہلاتا ہے، یعنی پروئے ہوئے موتی، اور اگر بیانیہ انداز میں رواں کلام کی شکل میں ہو، تو نثر کہلاتا ہے، یعنی کلام کے بکھرے ہوئے موتی، شاد عظیم آبادی کا یہ شعر اسی مفہوم میں ہے:

دُرِّ منظوم کوئی یوں گوندھ لے اے شاد مشکل ہے
سلیقہ انتہاء کا چاہئے موتی پرونے میں

چھن جائے، اور مخالفین کا اس پر قابو ہو جائے، تو پھر اس کی بے چارگی اور مصیبتیں بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔
یہ تو دنیا کی زندگی میں جو سب سے کامیاب سمجھے جاتے ہیں، ان کا حال ہے، باقیوں کی احتیاجات و نامرادی کے معاملات اسی سے سمجھے جاسکتے ہیں۔

تو اس زیرِ بحث آیت میں جن دو چیزوں کی خبر اہلِ جنت کے حوالے سے دی گئی ہے، وہ دریا بکوزہ کے مصداق، اہلِ جنت کے حالات کی مکمل ترجمانی اور رپورٹنگ پر مبنی ہے کہ وہاں نعمتیں ہی نعمتیں، ہر طرف، ہر سو، ہر جہت، ہر پہلو، ہر مرحلہ اور ہر حیثیت سے ہوں گی، جو ہر جنتی کو ہر حال اور سب احوال میں حاصل ہوں گی۔

ناگواری، بدحالی، آفت، تکلیف، دکھ و رنج کی کوئی بھی نوع، کوئی بھی قسم کوئی صورت، کوئی بھی شکل نہ ہوگی، بیماری، فقر و فاقہ، وسائل و ضروریات اور اسبابِ معاش میں تنگی و تنگ دستی، بڑھاپا، دشمنی، مخالفوں کی مخالفتیں، ساشیوں کی سازشیں، یہ سب کچھ قباحتیں نہ ہوں گی، اسی طرح وہاں کی زندگی، رہائش، نعمتوں کو پائیداری حاصل ہوگی، جبکہ دنیا میں آدمی کو جتنا بھی امن و عیش حاصل ہو، لیکن آخر دنیا اور اس کی سب نعمتیں فانی و عارضی ہے، ایک دن مرنا ہے، یا زندگی میں ہی نعمتوں کا چھن جانا، جوانی کا بڑھاپے، صحت کا مرض، زندگی کا موت سے بدل جانا بھی ساتھ لگا ہوا ہے، جو دنیا کی زندگی کا لازمہ ہے، اور دنیا کی زندگی کی یہ خصوصیتیں یعنی عارضی و فانی ہونا، خود ہزار مصیبتوں کی ایک مصیبت ہے، جو ہر دنیا دار اور دنیاوی نعمتوں کے حامل کو درپیش ہے۔

تو جنت میں کسی بھی حال یا نعمت کو ناپائیداری نہیں ہوگی، اسی طرح بول و براز، پیشاب و پاخانہ، منہ کا تھوک ولعاب، اور ناک کی رینٹھ، آنکھوں اور کانوں کا میل اور عورتوں کی مخصوص ناپاکیاں، کوئی عورت خواہ کیسی ہی حسن کی ملکہ اور خوش جمال ہو، لیکن یہ مذکورہ آلائشیں و آلودگیاں دنیاوی زندگی میں ہر امیر غریب، عام و خاص کو لاحق ہیں، اور انسان کے لئے ناگوار حالتیں ہیں، اس لئے پیشاب پاخانے کے وقت تخلیہ اختیار کرتا ہے، اور جلد سے جلد اس ناگوار حالت سے نکل جانا چاہتا ہے، تو یہ آلائشیں بھی جنتی زندگی میں جنتیوں کے ساتھ نہ ہوں گی، اور اختیارات جو کچھ وہاں حاصل ہوں گے، جن کو اس آیت میں "ملکا کبیرا" سے تعبیر کیا ہے، وہ ایسی ہوں گی کہ دنیا کا بڑے سے بڑا با جبروت بادشاہ جو تاریخ میں کبھی گزرا ہو، اس کے اختیارات، جبر و قہر، اور عیاشی و خوش عیشی کے قصے تاریخ میں محفوظ ہوں، وہ بھی ان کا محض تصور ہی کر سکتا

ہے، بلکہ اس کے تصور سے بھی اور وہم وگمان سے بھی بہت آگے کی بادشاہی، اہلِ جنت کو حاصل ہوگی۔

دنیا کا بادشاہ بیسیوں احتیاجات میں گھرا ہے، وہ سیکورٹی اور حفاظت کے لے ہزاروں انسانوں کا محتاج ہے (اپنوں میں سے ہی کوئی موقعہ ملنے پر اسے پھڑ کا بھی سکتا ہے) اور عیاشی وخوش عیشی، کھانے پینے، اوڑھنے، بچھونے، رہنے سہنے میں کتنے لوگوں کی خدمات کا محتاج ہے؟ یہ دنیاوی اقتدار واختیار کا حال ہے کہ سینکڑوں احتیاجوں میں گھری ہوئی ہے۔

جنت میں ہر جنتی ایسا بادشاہ ہوگا کہ دنیا کے سات اقلیموں کے کسی بادشاہ کو بھی ویسی بادشاہی حاصل نہیں ہوسکتی، وہاں کن فیکونی ایسا آٹومیٹک وخودکار نظام ہوگا کہ آمد ورفت، کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے بچھونے، شغل وتفریح کرنے میں اس کی چاہت، خواہش اور ارادے سے چھوٹی بڑی، چیزوں کو وجود ملے گا، دنیا میں مادی اسباب کے ساتھ مہمات ونتائج وابستہ ہیں، اللہ کی سنت وطریقہ عالمِ دنیا کے بارے میں یہی ہے کہ اسباب اختیار کیے جائیں، تا کہ نتائج حاصل ہوں، آگ جلاؤ گے ایندھن حاصل کرکے، استعمال کروگے تو کھانا پکے گا، رزق وروزی اور غذائی اشیاء، جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں، ان کے لئے زمین بوؤ گے، اگاؤ گے، کاشت کاری وزمین داری کروگے، تجارت وکاروبار کروگے، تو رزق وروزی کی اشیاء پیدا ہوں گی، معاشرے اور سوسائٹی میں پھیلیں گی، اور ہر ایک تک پہنچیں گی، کوئی علم وہنر، فن وصنعت حاصل کرنا چاہتے ہو، ماہر بننا چاہتے ہو، تو دسیوں سال تعلیم گاہوں میں جاؤ گے، تعلیم وتربیت کی سختیاں جھیلو گے، ناگواریاں سہو گے، مالی بوجھ برداشت کروگے، لمبے چوڑے عرصہ تک صبر وحوصلہ رکھو گے، مشقت ومجاہدہ کروگے، تو ڈاکٹر، انجینئر، صحافی، ادیب، ہنرمند، کاریگر، ایکسپرٹ وماہر بنو گے، ڈگری ہولڈر بن کر محکموں اور اداروں میں جانے کے قابل بنو گے، مہارتوں اور قابلیوں کا مظاہرہ کروگے۔

لیکن کیا جنت میں بھی نتائج ومقاصد کے حصول کے لئے اتنے پاپڑ بیلے جائیں گے؟ نہیں بلکہ ارادہ وہاں سو اور ہزار درمیانی اسباب اور کڑیوں کی جگہ ایک اکیلا پہلا اور آخری سبب ہوگا، جس سے خورد ونوش کی، استعمال کی انواع واقسام کی ہزاروں چیزیں میسر وفراہم ہو جائیں گی، پیداواریں اور صنعت کاریاں وجود میں آجائیں گی۔ ہزاروں لاکھوں میل مسافت طے ہو جائے گی، غرضیکہ انجینئری ومہندسی، صنعت کاری، وٹیکنالوجی، زمینداری وکاشت کاری کے راستوں سے اسی طرح ابلاغیات، رسل ورسائل اور ذرائع مواصلات کے راستوں سے سینکڑوں مراحل واسباب اور مادی اشیاء کے جوڑ توڑ، تحلیل وتجزیہ سے گزر کر

جو نتائج،ثمرات اور مقاصد حاصل ہوتے ہیں، وہاں ان سب اسباب کی جگہ،جنتی کی خواہش، چاہت اور اس کا ارادہ ان چیزوں کو تدریجاً نہیں بلکہ آناًفاناً وجود میں لائے گا۔

اور ہزاروں اسباب کی طرح یہ تدریج بھی دنیا کے نظام کا خاصہ ہے کہ یہاں چیزیں تدریجاً اور مرحلہ وار، طویل عرصے میں بنتی اور وجود میں آتی ہیں،کھیتی میں بیج بویا ہے،تو اگنے کاٹنے اور کھانے کے قابل ہونے تک کے لئے گردش دوراں کا ایک کافی دورانیہ درکار ہے،سورج کے ان گنت طلوع وغروب اور دن و رات،ہفتوں،مہینوں سالوں کا الٹ پھیر درکار ہے۔

یہی حال انسان کا بچہ پیدا ہونے، پلنے، بڑھنے،کمال تک پہنچنے،اور باقی صنعتی چیزوں کے بننے، وجود میں آنے کا ہے کہ اسباب کا لمبا چوڑا سلسلہ درمیان میں حائل ہونے کے علاوہ زمانی دورانیے کی ایک طویل یا مختصر لڑی اور چین بھی درکار ہے، جو ظاہر ہے طبعی طریقے سے بتدریج ہی پوری ہوگی، جس چیز کے حصول کے لئے ایک سال کا عرصہ درکار ہے،وہ ایک سال میں حاصل ہوگی، سیکنڈوں،لمحوں،منٹوں،گھنٹوں، دنوں،ہفتوں،مہینوں کی اتنی ہی لمبی چین درکار ہوگی،جن کا مجموعہ مل کر ایک سال کا عرصہ بنتا ہے۔

لیکن جنت میں خودکار وآٹومیٹک نظام کے ساتھ ساتھ وجود ملنا،اشیاء کو آناًفاناً ہوگا نہ کہ تدریجاً۔

غرضیکہ جنت کی جنتی زندگی کی دو خصوصیتیں بطورِ قدرِ مشترک قرآنی آیات اور احادیث کے بیانات سے سامنے آتی ہیں،ایک سلسلۂ اسباب کا معطل ہوکر کن فیکونی نظام کے تحت چیزوں کو وجود ملنا، دوم آناًفاناً، فوراً بغیر تدریج کے چیزوں کو وجود ملنا،اسی پسِ منظر میں اس زیرِ بحث آیت کا مضمون:

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا.

کیا معنیٰ خیز اور دریا بکوزہ ہے۔

مقالات ومضامین قاری جمیل احمد

لفظ برکت کی حقیقت

ہم روزمرہ زندگی میں بہت سے الفاظ ایسے استعمال کرتے ہیں کہ جن کے معنیٰ پر اگر غور کیا جائے، تو بڑے وسیع معنیٰ ہوتے ہیں۔

ان میں سے ایک لفظ ہے ’’مبارک ہو‘‘، جب ہم کسی کی خوشی کی خبر سنتے ہیں، کوئی خوشی کا موقع ہوتا ہے، تو کوئی دوست ہم سے کہتا ہے کہ اس کی شادی ہے، یا اسے کوئی اچھی نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہے، ملازمت ملی ہے، گاڑی خریدی ہے، گھر بنایا ہے، اور اسی طرح مختلف نعمتوں پر اسے کہتے ہیں ’’مبارک ہو‘‘ لیکن اس لفظ کے حقیقی معنیٰ پر غور نہیں کرتے۔

یہ دو لفظ ہیں، ’’مبارک‘‘ اور ’’ہو‘‘، یہ بہت ہی بامعنیٰ جملہ اور عظیم دعا ہے۔

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اے شخص تمہیں جو نعمت ملی ہے، تم نے جو گاڑی خریدی ہے، تم نے جو گھر بنایا ہے، تمہیں جو ملازمت لی ہے، یا جو بھی نعمت تمہیں ملی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے تمام فوائد عطاء فرمائے، اور ان فوائد کا انجام بخیر ہو۔

بعض لوگ برکت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ مال بڑھ جائے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔

فرض کریں، رات کو اگر ہزار روپے جیب میں آ گئے، اور اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت ڈال دی ہے، تو صبح کو دو ہزار نہیں ہوتے، یا پانچ اور دس ہزار نہیں ہوتے، حقیقت یہ ہے کہ برکت سے مال کے فوائد حاصل ہوجاتے ہیں۔

یا فرض کریں (اللہ تعالیٰ بچائے) کوئی شخص رشوت لے کر، یا چوری کر کے، یا کسی کو دھوکہ دے کر دس ہزار لے کر گھر آ گیا، اور اس کی دو چار روز بڑے آرام سے گزر گئے، مگر اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ رشوت اور چوری میں پکڑا گیا، اور جیل میں چلا گیا، تو یہ مال اس کے لیے عذاب بن گیا، رشوت اور چوری کے پیسے میں تو اضافہ ہوگیا، لیکن اس کے فوائد ختم ہوگئے، اور جو پیسے کے فوائد تھے وہ نہیں ملے، تو برکت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ جو چیز جس مقصد کے لیے پیدا کی ہے، اس کی تمام راحتیں نصیب ہوں، اور اس کا انجام بھی بخیر ہو۔

﴿بقیہ صفحہ 89 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ شوال: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ شوال ۷۰۱ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن نصراللہ بن رسلان بعلبکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۵۵)

□......ماہِ شوال ۷۰۲ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن فلاح بن محمد بن محمد بن حاتم جذامی اسکندرانی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۱۵۰)

□......ماہِ شوال ۷۰۵ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن سباع بن ضیاء فزاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۲۷)

□......ماہِ شوال ۷۰۷ھ: میں حضرت ابومحمد یونس بن احمد بن ابوالحسین فقیہ معمر عدل انصاری دمشقی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۳۹۹)

□......ماہِ شوال ۷۰۸ھ: میں حضرت ابراہیم بن علی بن محمد بن احمد بن حمزۃ بن علی بن حبوبی ثعلبی فراش امین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۱۴۵)

□......ماہِ شوال ۷۰۹ھ: میں حضرت غازی بن عبدالرحمٰن بن ابومحمد دمشقی مجود بارع رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۹۷)

□......ماہِ شوال ۷۱۰ھ: میں حضرت ابویوسف یعقوب بن احمد بن علی بن یوسف فقیہ حنفی شاہد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۳۷۹)

□......ماہِ شوال ۷۱۱ھ: میں حضرت ابوالفضل رشید بن کامل بن رشید حرشی رقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۲۴۲)

□......ماہِ شوال ۷۱۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن بن عمر بن عوض لتاج مقدسی صالحی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۲۱۱)

□......ماہِ شوال ۷۱۴ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم فقیہ صفی الدین طبری مکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۸۴)

Idara Ghufran

□......ماہِ شوال ۷۱۵ھ: میں حضرت محمد بن رئیس نصیر بن تمام بن معالی شمس مؤذن رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۲۹۵)

□......ماہِ شوال ۷۱۷ھ: میں حضرت ابوعمرو عثمان بن بلبان بن عبداللہ محدث مفید بارع فخرالدین مقاتلی رومی دمشقی کفتی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۴۳۳)

□......ماہِ شوال ۷۲۰ھ: میں حضرت ابوالفتح محمد بن عبدالرحیم بن عباس بن ابی الفتح قرشی تاجر دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۲۱۳)

□......ماہِ شوال ۷۲۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن زبیر بن سلیمان جیلی طواویس رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۲۳۸)

□......ماہِ شوال ۷۲۲ھ: میں حضرت ابوالہدیٰ احمد بن عبدالرحمٰن بن اسماعیل مقدسی شافعی وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۶۰)

□......ماہِ شوال ۷۲۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی الہیجاء بن حریری صالحی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۱۷۰)

□......ماہِ شوال ۷۲۷ھ: میں حضرت ابومحمد ہلال بن احمد بن محمد مقریٔ صالح زاہد بصروی عقمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۳۵۹)

□......ماہِ شوال ۷۲۹ھ: میں حضرت ابوابراہیم اسحاق بن محمد بن محمد بن ابی الحسن ابن القاضی نجیب الدولۃ ازدی دمشقی زجاج قنادیلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۱۶۷)

□......ماہِ شوال ۷۳۰ھ: میں حضرت احمد بن نصراللہ بن احمد بن احمد بن اسد فقیہ شرف الدین صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۱۰۵)

□......ماہِ شوال ۷۳۳ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن ابراہیم بن غنائم بن وافد عدل فقیہ محدث صالحی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۱۳۵)

□......ماہِ شوال ۷۳۹ھ: میں حضرت ابوسعد عبادہ بن جمال الدین عبدالغنی بن منصور بن منصور حرانی دمشقی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج ۱ ص ۳۱۶)

□......ماہِ شوال ۷۴۴ھ: میں حضرت ابوحفص عمر بن محمد بن نصراللہ بن عمر کفربطنانی فاکہی خشاب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۸۰)

Idara Ghufran

علم کے مینار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (قسط: 11) مولانا غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ابوحنیفہ، سخاوت کا پیکر

شاگردوں کی امداد اور اہلِ علم حضرات کی حوصلہ افزائی

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ معاشی طور پر خوشحال، مالدار اور اچھے خاندان کے چشم و چراغ تھے، سخاوت، دریا دلی، ہدایا اور صدقہ و خیرات کرنے میں بہت آگے تھے، اپنے شاگردوں، معاصر، حلقہ نشینوں اور دیگر اہلِ علم حضرات کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے، شاگردوں اور طالبینِ علم کی امداد اور حوصلہ افزائی کا خصوصی اہتمام تھا۔

حسن بن زیاد آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، جب وہ امام صاحب کی مجلس میں شریک ہونے لگے، تو ان کے والد نے امام صاحب سے کہا کہ میری کئی بیٹیاں ہیں، اور میرا ان کے علاوہ ہاتھ بٹانے والا کوئی نہیں، اور اس چیز سے میں بہت پریشان ہوں، تو امام صاحب نے حسن بن زیاد کو بلا کر کہا کہ تمہارے والد میرے پاس آئے تھے، اور ایسا کہہ رہے تھے، تم میرے پاس ہی رہو، میں نے اپنی زندگی میں کسی فقیہ کو فقیر نہیں دیکھا، اور پھر ان کا اپنے پاس سے وظیفہ جاری کر دیا، جو کہ ان کی فراغت تک برابر جاری رہا۔ [1]

آپ کی سخاوت اور دریا دلی سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کا مقرر کیا ہوا یہ وظیفہ ان کی فراغت تک جاری رہا، جب تک کہ وہ مستغنی نہ ہو گئے، اور آپ کا یہ فرمانا کہ ''میں نے اپنی زندگی میں کسی فقیہ کو فقیر نہیں دیکھا'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اپنے تلامذہ اور استفادہ کرنے والوں پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے، اور یہ حضرات دورانِ طالب علمی بھی کم از کم دوسروں کے لئے مشعلِ راہ ہوتے تھے، اور فقیہ سے تشبیہ دینا، استاذ کی خصوصی شفقت اور محبت اور ان کے ذہین و فطین ہونے پر شاہد ہے۔

اور فقہ حنفی کے مشہور امام اور آپ کے تلمیذِ رشید امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں تنگدستی اور معاشی طور پر مشکل حالات میں امام صاحب سے تعلیم حاصل کر رہا تھا، ایک دن میرے والد آئے، تب میں امام

---

[1] كـان الـحسـن بن زياد يلزم أبا حنيفة فقال أبوه لى بنات وليس لنا غيره فقال أشر عليه بما ينفعه فقال له وقـد جـاء إن أباک قال كيت و كيت الزم فإنى لم أر فقيها قط فقيرا و كان يجرى عليه حتى استقل (اخبار ابى حنيفة و اصحابه للصيميرى، ص ۱۳۶)

صاحب کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، اور مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے، اور کہا کہ اے میرے بیٹے! تم اپنی برابری ابوحنیفہ کے ساتھ نہ کرو، اس لئے کہ ابوحنیفہ خوشحال آدمی ہیں، اور تم ان کی طرح خوش حال نہیں، اور تمہیں ذریعۂ معاش کی ضرورت ہے، اس کے بعد میں نے امام صاحب کی طرف آمدورفت ختم کردی، اور اپنے والد کے ساتھ جانے لگا، پھر جب میں کئی دن امام صاحب کے حلقہ درس سے غائب رہا، تو امام صاحب نے باقی حلقہ نشینوں سے میری عدمِ موجودگی کے بارے میں پوچھا، پھر ایک دن میں دوبارہ امام صاحب کے حلقہ درس میں گیا، تو آپ نے غیر حاضری کی وجہ معلوم کی، میں نے معاشی الجھن اور والد کے ساتھ کام وکاج میں ان کی اطاعت کرنے کا عذر بیان کیا، آپ نے مجھے مجلس ختم ہونے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر جب سب لوگ چلے گئے، تو آپ نے مجھے ایک تھیلی دی، اور فرمایا کہ اس سے اپنا کام چلاؤ، پھر جب میں نے وہ تھیلی کھولی، تو اس میں سو درہم تھے، اور ساتھ ہی مجھ حلقۂ درس میں برابر حاضری کا حکم فرمایا، اور فرمایا کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے، تو مجھے بتا دینا، اس کے تھوڑے دن بعد بغیر کہے سُنے سو درہم سے بھری ہوئی ایک دوسری تھیلی بھی دے دی، پھر میں برابر ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتا رہا، مجھے نہیں یاد کہ آپ نے کبھی مجھے خالی ہونے دیا، جب کہ میں ان کو اس بات کی خبر بھی نہیں دیتا تھا، مگر آپ خود بغیر کہے سنے مجھے ایک تھیلی دے دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ میں غنی اور مالدار ہو گیا۔ [1]

قاضی القضاۃ امام ابوسف رحمہ اللہ کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے، جس کی تفصیل دیگر تاریخ وسوانح کی کتب میں بھی ملتی ہے، اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی یہ صفتِ سخاوت اور اہلِ علم حضرات پر خصوصی شفقت ومحبت اور ان کے ساتھ لگاؤ ہی نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو، آگے چل کر وقت کا امام بنایا، جو کہ بعد میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے، اور ''قاضی القضاۃ'' کے لقب سے جانے گئے۔ [2]

---

[1] عن ابی یوسف قال کنت اطلب الحدیث والفقه وانا مقل رث الحال فجاء ابی یوما وانا عند ابی حنیفة فانصرفت معه فقال یا بنی لا تمدن رجلک مع ابی حنیفة فان ابا حنیفة خبزه مشوی وانت تحتاج الی المعاش فقصرت عن کثیر من الطلب وآثرت طاعة أبی فتفقدنی ابو حنیفة وسأل عنی فجعلت اتعاهد مجلسه فلما کان أول یوم اتیته بعد تأخری عنه قال لی ما شغلک عنا قلت الشغل بالمعاش وطاعة والدی وجلست فلما اردت الإنصراف أومأ إلی فجلست فلما انصرف الناس دفع لی صرة وقال استمتع بهذه فنظرت فإذا فیها مائة درهم فقال لی الزم الحلقة وإذا نفدت هذه فأعلمنی فلزمت الحلقة فلما مضت مدة یسیرة دفع الی مائة اخری ثم کان یتعاهدنی وما أعلمته بخلة قط ولا اخبرته بنفاد شیء وکان کأنه یخبر بنفادها حتی استغنیت وتمولت (اخبار ابی حنیفة و اصحابه للصیمیری، ص ۹۹)

[2] أبو یوسف (- 181هـ) هو یعقوب بن إبراهیم بن حبیب .القاضی الإمام .من ولد سعد بن حبتة الأنصاری صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم .أخذ الفقه عن أبی حنیفة رضی الله عنه، وهو المقدم من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور آپ کے متعدد اصحاب سے منقول ہے کہ آپ کسی چیز کا معاوضہ نہیں لیا کرتے تھے اور اگر کبھی کوئی ہدیہ وغیرہ آ جاتا، تو وہ بھی قبول نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ ان کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

چنانچہ علی بن جعد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حاجیوں نے آپ کی خدمت میں بہت سے جوتے، بطورِ ہدیہ کے پیش کیے، چند دنوں بعد جب آپ نے اپنے لیے جوتا خریدنا چاہا، تو لوگوں نے پوچھا کہ ہدیوں کے جوتوں کے ہوتے ہوئے اس کی کیا ضرورت؟ آپ نے فرمایا کہ ان جوتوں میں سے ایک تسمہ بھی میں نے اپنے گھر نہیں رکھا، بلکہ وہ سب کے سب اپنے اصحاب کو ہبہ کر دیئے۔ [۱]

اور قیس بن ربیع فرماتے ہیں کہ آپ اپنا بہت سارا سرمایہ بغداد بھجوایا کرتے تھے، پھر ان سے سامان وغیرہ خرید کو (فروخت کے لئے) کوفہ منگوایا کرتے تھے، اور ایک سال سے دوسرے سال تک کے حاصل شدہ نفع سے محدثین اور اہلِ علم حضرت کے لئے ان کی ضروریات کی اشیاء مثلاً ان کے رہنے سہنے، کھانے پہنے اور اوڑھنے بچھونے کا سامان وغیرہ خریدا کرتے تھے، پھر باقی ماندہ درہم اور دنانیر بھی ان کے حوالے کر دیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ تم اس رقم کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو، اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرو، یہ سب میں نے اپنے مال سے نہیں دیا، بلکہ یہ آپ کے اپنے سرمایہ کا ہی نفع ہے، جو اللہ نے (آپ کی برکت سے) مجھ پر فضل کرتے ہوئے، آپ کے لیے جاری فرمایا۔ [۲]

اور آپ کے پوتے اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں کہ جب آپ کے بیٹے حماد (یعنی اسماعیل کے والد) نے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أصحابه جميعا .ولى القضاء للهادى والمهدى والرشيد .وهو أول من سمى قاضى القضاة، وأول من اتخذ للعلماء زيا خاصا .وثقة أحمد وابن معين وابن المدينى .روى عنه أنه قال) :(ما قلت قولا خالفت فيه أبا حنيفة إلا وهو قول قاله ثم رغب عنه() قيل :إنه أول من وضع الكتب فى أصول الفقه.من تصانيفه :الخراج وأدب القاضى والجوامع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا ، ص ۳۳۹، تحت الترجمة: ابويوسف)

[۱] عن على بن الجعد قال أهدى الحاج إلى أبى حنيفة ألف نعل فلما كان بعد ذلك أراد ان يشترى نعلا فقيل له ما فعلت بتلك النعال فقال ما دخل بيتى منها شعرة وهبتها كلها لأصحابنا (اخبار ابى حنيفة و اصحابه للصيميرى، ص ۶۰)

الحسن بن زياد قال والله ما قبل أبو حنيفة لأحد منهم جائزة ولا هدية (ايضاً، ص ۴۵)

عن أبى حنيفة انه كان يبعث بالبضائع إلى بغداد فيشترى بها الأمتعة ويحملها إلى الكوفة ويجمع الأرباح عنده من سنة إلى سنة فيشترى بها حوائج اشياخ المحدثين وأقواتهم وكسوتهم وجميع حوائجهم ثم يدفع باقى الدنانير والأرباح إليهم ثم يقول أنفقوا فى حوائجكم ولا تحمدوا إلا الله فإنى ما أعطيكم من مالى ولكن من فضل الله على فيكم وهذه أرباح بضائعكم فانه هو والله ما يجريه الله لكم على يدى فما فى رزق الله حق لغيره (اخبار ابى حنيفة و اصحابه للصيميرى، ص ۵۷)

سورہ فاتحہ سیکھی اور یاد کر لی، تو آپ نے معلم کو پانچ سو درہم بطورِ ہدیہ عطا کیے۔ [1]

اور حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، حلقۂ درس کے اختتام پر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ یہ مصلیٰ اٹھاؤ اور جو اس کے نیچے ہے، وہ لے لو، جب اس شخص نے مصلیٰ اٹھایا تو وہاں ہزار درہم موجود تھے، آپ نے فرمایا کہ یہ درہم لے لو، اور اپنا حلیہ اور اپنی حالت تبدیل کر لو، تو وہ شخص کہنے لگا کہ میں مالدار ہوں، اور مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا کہ کیا آپ نے وہ حدیث نہیں سنی کہ اللہ عزوجل اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھیں، پس تم اپنی حالت کو تبدیل کرو، یہاں تک کہ آپ کے دوست آپ کی اس حالت سے گھن نہ کھائیں۔ [2]

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ ہر شخص کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے والے تھے کہ جسے آپ جانتے تھے، اور بعض دفعہ آپ کسی کو پچاس دینار یا اس سے بھی بڑی رقم ہبہ کیا کرتے تھے، اور اگر یہ شخص آگے سے آپ کا شکر ادا کرتا، تو آپ غمگین ہو جاتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ تم میرا شکر ادا کرتے ہو، حالانکہ یہ رزق ہے، جو اللہ نے آپ کی طرف جاری کر دیا، نہ میں کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کسی سے کچھ روک سکتا ہوں۔ [3]

مذکورہ مرویات اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ علم حضرات کی خدمت، خصوص بالخصوص طلبائے کرام کی معانت اور ان کا معاشی طور پر خصوصی خیال رکھنا، اور وقتاً فوقتاً ان کی ضروریات کو مدّ نظر رکھنے کا آپ کے ہاں خصوصی اہتمام تھا۔ (جاری ہے.............)

---

[1] عن إسماعيل بن حماد بن أبی حنيفة ان ابا حنيفة حين حذق حماد ابنه سورة الحمد وهب للمعلم خمسمائة درهم (اخبار ابی حنيفة و اصحابه للصيميری، ص ۵۸)

[2] عن الحسن بن زياد قال رأى أبو حنيفة على بعض جلسائه ثيابا رثة فأمره فجلس حتى تفرق الناس وبقى وحده فقال له ارفع المصلى وخذ ما تحته فرفع الرجل المصلى فكان تحته ألف درهم فقال له خذ هذه الدراهم فغير بها حالک قال الرجل إنی موسر وأنا فی نعمة ولست أحتاج إليها فقال له ما بلغک الحديث إن الله يحب ان يرى أثر النعمة على عبده فينبغی لک ان تغير حالک حتى لا يغتم بک صديقک (اخبار ابی حنيفة و اصحابه للصيميری، ص ۵۸)

[3] أخبرنا عبد الله بن محمد البزاز قال ثنا مكرم قال ثنا أحمد قال ثنا بشر بن الوليد قال سمعت أبا يوسف يقول كان أبو حنيفة شديد البر بكل من عرفه وكان يهب للرجل الخمسين دينارا أو أكثر فإذا شكره بحضرة قوم غمه ذلک وقال تشكر لی وإنما بهو رزق ساقه الله إليک قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أوتيكم شيئا ولا امنعكموه وإنما أنا خازن أضع حيث أمرت (اخبار ابی حنيفة و اصحابه للصيميری، ص ۵۹)

تذکرۂ اولیاء | حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط:4) | مفتی محمد ناصر

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو جنت کی خوشخبری

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَأَمَرَنِي بِحِفْظِ بَابِ الحَائِطِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ :ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ :ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَإِذَا عُمَرُ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَسَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ :ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى سَتُصِيبُهُ، فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ (بخاری، رقم الحدیث ٣٦٩٥)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں تشریف لے گئے اور مجھے باغ کے دروازہ پر حفاظت کرنے کا حکم دیا، پھر ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اندر آنے کی اجازت دے دو اور اس کو جنت کی خوشخبری بھی دے دو، دروازہ کھولا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر ایک اور شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دو اور اس کو بھی جنت کی خوشخبری دے دو، دروازہ کھولا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے، پھر ایک اور شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے، اور پھر فرمایا کہ اس کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دو اور اس کو بھی جنت کی خوشخبری دے دو، اس مصیبت پر جو اس کو پہنچے گی، دروازہ کھولا تو وہ عثمان بن عفان تھے (بخاری)

مذکورہ حدیث میں تینوں صحابہ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی خوشخبری کا ذکر ہے، اور یہ تینوں صحابہ اُن صحابہ میں شامل ہیں، جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا

میں ہی جنت کی خوشخبری سُنا دی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنت میں محل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ " :بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الجَنَّةِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ، فَقُلْتُ :لِمَنْ هَذَا القَصْرُ؟ قَالُوا: لِعُمَرَ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ، فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا ."فَبَكَى عُمَرُ، وَقَالَ :أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (بخاری، رقم الحديث ٣٦٨٠، باب مناقب عمر بن الخطاب أبی حفص القرشی العدوی رضی الله عنه)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، تو وہاں ایک عورت ایک محل کی جانب میں وضو کررہی تھی، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ تو فرشتوں نے کہا کہ عمر بن خطاب کا، مجھے عمر کی غیرت کا خیال آیا تو میں پلٹ کر واپس آ گیا (یہ سن کر) عمر (رضی اللہ عنہ) رونے لگے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بھلا میں آپ پر غیرت کرسکتا ہوں (بخاری)

اس مضمون کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے آخرت میں محل اور اور اُس محل میں آپ کی جنت کی خاتون کے موجود ہونے کا ذکر ہے۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، شَرِبْتُ، يَعْنِي، اللَّبَنَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِي فِي ظُفُرِي أَوْ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوا : فَمَا أَوَّلْتَهُ؟ قَالَ :العِلْمَ (بخاری، رقم الحديث ٣٦٨١، باب مناقب عمر بن الخطاب

---

[1] عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :دَخَلْتُ الجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ :لِمَنْ هَذَا القَصْرُ؟ "قَالُوا :لِشَابٍّ مِنْ قُرَيْشٍ، فَظَنَنْتُ أَنِّي أَنَا هُوَ، فَقُلْتُ :وَمَنْ هُوَ؟ فَقَالُوا: عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ .هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (ترمذی، رقم الحديث ٣٦٨٨)

قال الالبانی: صحيح.

أبی حفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ، مسند احمد، رقم الحدیث ۵۸۶۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دودھ پیا، پھر میں نے دودھ کی سیرابی کی حالت کو دیکھا کہ اس کا اثر میرے ناخنوں سے ظاہر ہو رہا ہے، پھر میں نے (پیالہ کا بچا ہوا دودھ) عمر کو دے دیا، لوگوں نے دریافت کیا کہ اس خواب کی تعبیر آپ نے کیا دی، فرمایا کہ علم (بخاری)

اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کی نبوت کے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت معلوم ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب میں دودھ دیکھنے کی تعبیر علم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو اطمینان کا ذریعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا كُنَّا نُبْعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۸۸۲۷، مسند احمد، رقم الحدیث ۸۳۴) [1]

ترجمہ: ہمیں اس میں شک نہیں تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سکون کا باعث تھی (طبرانی، مسند احمد)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سمعتُ رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم -يقول" :إنَّ اللهَ وضعَ الحقَّ على لسانِ عمرَ يقولُ به (ابوداؤد، رقم الحدیث ۲۹۶۲، حدیث صحیح)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے حق کو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر رکھا ہے، جو وہ بولتے ہیں (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے جو نکلتا ہے، وہ حق اور درست بات ہوتی ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے سُننے والوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اس طرح کی حدیث بعض اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمی: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۴۴۲۸)

[2] وَمَا نُبْعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۸۳۴، عن وهب سوائی، إسناده قوی)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عظیم دینی مرتبہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ :بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوا عَلَيَّ، وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ، وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ اجْتَرَّهُ، قَالُوا :فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ :الدِّينَ (بخاری، رقم الحديث ٣٦٩١، باب مناقب عمر بن الخطاب أبی حفص القرشی العدوی رضی الله عنه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا، دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو میرے سامنے لایا جا رہا ہے، یہ سب لوگ کرتے پہنے ہوئے تھے، جن میں بعض کے کرتے تو سینے تک پہنچتے تھے، اور بعض کے اس سے نیچے، پھر میرے سامنے عمر بن خطاب کو لایا گیا، اُن پر اتنا لمبا کرتا تھا کہ وہ کُرتے کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے، لوگوں (یعنی صحابہ) نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کی کیا تعبیر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین (بخاری)

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دین میں انتہائی کمال کی خبر دی گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مُلہم ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ، يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنْ أَبِيهِ، -لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ عَائِشَةَ، -أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَا كَانَ نَبِيٌّ قَطُّ إِلَّا فِي أُمَّتِهِ مُعَلَّمٌ أَوْ مُعَلَّمَانِ، وَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَهُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، إِنَّ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ
لَا يُرْوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَائِشَةَ :إِنَّ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ، تَفَرَّدَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٩١٣٧)

قال الهيثمی:رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه عبد الرحمن بن أبی الزناد، وهو لين الحديث (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٤٤٢٦، باب أن الله جعل الحق على لسان عمر وقلبه)

(بخاری، رقم الحدیث ٣٦٨٩، باب مناقب عمر بن الخطاب أبی حفص القرشی العدوی رضی الله عنه)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے جو نبی نہ ہوتے ہوئے (الہامی) باتیں کرتے تھے، اور اگر میری امت میں ایسا کوئی ہے، تو وہ عمر (بن خطاب) ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو میں اللہ تعالیٰ نے درستگی کو رکھا ہوا تھا، اور آپ کی باتیں الہامی ہوتی تھیں، اور اس امتِ محمدیہ میں یہ خاص شرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

اس طرح کا مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۱]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ .وقَالَ ابْنُ عُمَرَ :مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ فَقَالُوا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ عُمَرُ أَوْ قَالَ ابْنُ الخَطَّابِ فِيهِ -شَكَّ خَارِجَةُ -إِلَّا نَزَلَ فِيهِ القُرْآنُ عَلَى نَحْوِ مَا قَالَ عُمَرُ (ترمذی، رقم الحدیث ٣٦٨٢) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے عمر کے دل اور زبان پر حق جاری کردیا ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی واقعہ ایسا نہیں جس میں حضرت عمر رضی اللہ اور دوسرے لوگوں نے کوئی رائے دی ہو اور قرآن عمر کے قول کی موافقت میں نہ اترا ہو (ترمذی)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے بعض مقامات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوئے ہیں۔

---

[۱] عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الأُمَمِ مُحَدَّثُونَ، فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ .هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .وَأَخْبَرَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، قَالَ :قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ :مُحَدَّثُونَ يَعْنِي :مُفَهَّمُونَ (ترمذی، رقم الحدیث ٣٦٩٣)

[۲] قال الترمذی: وَفِي البَابِ عَنْ الفَضْلِ بْنِ العَبَّاسِ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ .وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ.

وقال الالبانی: صحیح.

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

ناشکرے اور بخیل نہ بنیں

پیارے بچو! ہمارے پاس ہمارے ماں باپ کے پاس، سارے لوگوں کے پاس جو کچھ جتنا کچھ ہے، سب اللہ کا ہے اللہ کا دیا ہوا ہے۔ مال و اسباب کے علاوہ صحت، جوانی، سارے جسم اور جسم کے اعضاء کا صحیح سالم ہونا، کہ آنکھیں صحیح سالم ہیں، زبان، کان، ناک، دل، دماغ،
گردے، معدہ، ہاتھ پاؤں بال کھال، سب صحیح سلامت ہیں۔ تو یہ اللہ کا فضل، کرم، رحمت اور احسان ہے۔ آپ اندازہ لگائیں، سوچیں اور اردگرد، ہسپتالوں، گھروں، گلی کوچوں میں ان لوگوں کو دیکھیں جن کی آنکھیں سلامت نہیں نابینا ہیں، یا سن نہیں سکتے، یا گردے خراب ہیں یا ہاتھ پاؤں سے معذور ہیں۔ ان کی زندگی کتنی مشکل ہے۔ لہٰذا جسم کا اعضاء کا حق ادا کریں اور اللہ کی نافرمانی میں نہ لگائیں۔ مال وغیرہ کی نعمتوں کا بھی حق ادا کریں، کہ اللہ کے راستے میں اور اچھے کاموں میں کچھ نہ کچھ خرچ کرتے رہیں، ورنہ ایسا نہ ہو کہ یہ نعمتیں یہ صحت، یہ جوانی وغیرہ چھن جائے پھر ہم افسوس کریں۔ اس سلسلے میں ایک سچا واقعہ سنیں۔

بہت پرانی بات ہے۔ تین آدمی تھے۔ تینوں کو ہی کوئی نہ کوئی بیماری تھی۔ ایک آدمی کو کوڑھ کا مرض تھا جس میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں، ناک، ہونٹ وغیرہ گلنے سڑنے اور گرنے لگتے ہیں۔ آدمی کی عجیب شکل وصورت بن جاتی ہے، یہ لاعلاج مرض قدیم زمانے سے شمار ہوتا ہے۔ دوسرے آدمی کے سر پر بال نہیں تھے اور تیسرا آدمی نابینا تھا۔ اللہ نے کہا کیوں نہ ان تینوں کا امتحان لیا جائے۔ اللہ نے ایک فرشتے کو انسانی شکل میں تینوں کے پاس بھیجا۔ پہلے فرشتہ کوڑھی کے مریض کے پاس انسانی شکل وصورت میں آیا اور کہنے لگا: تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ بولا کہ اچھی اور خوبصورت جلد نیز میرے سے وہ چیز دور ہو جائے جس سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹھیک ہو گیا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا: تمہیں مال میں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ وہ بولا: اونٹ۔ فرشتے نے اسے ایک ایسی اونٹنی دی جس کا بچہ ہونے والا تھا۔ اس نے اونٹنی رکھ لی اور اسے پالا پوسا۔ ایک دن آیا کہ اس کے پاس اتنے اونٹ ہو گئے کہ اونٹوں سے ایک وادی بھر گئی۔

اب فرشتہ انسانی روپ میں گنجے کے پاس آیا اور گنجے کو کہنے لگا: آپ کو کیا پسند ہے اور آپ کس چیز کی

خواہش کرتے ہو؟ گنجا بولا: میرے خوبصورت اور نرم وملائم بال ہوں اور مجھ سے وہ چیز دور ہوجائے جس سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے گنجے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سر پر بال اگ گئے۔ فرشتے نے پوچھا: مال میں تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ بولا: مجھے گائے بہت پسند ہے۔ فرشتے نے سے ایک ایسی گائے دی جس کا بچہ ہونے والا تھا۔ گنجے نے گائے کو پالا پوسا اور کچھ ہی عرصے میں اس کے پاس سینکڑوں گائیں ہوگئیں۔

اب فرشتہ نابینا کے پاس آیا اور کہنے لگا: تمہیں کیا چیز اچھی لگتی ہے؟ نابینا بولا: میں دنیا اور لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کی آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی۔ فرشتے نے پوچھا: مال میں تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے۔ بولا: بکری پسند ہے۔ فرشتے نے اسے ایک بچے والی بکری دے دی۔ کچھ ہی عرصہ گزرنے کی دیر تھی نابینا کے پاس بکریاں ہی بکریاں ہوگئیں۔

اب تینوں کے امتحان کا وقت تھا۔ فرشتہ اپنی اسی شکل وصورت میں پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں ایک بہت غریب بندہ ہوں۔ سفر میں ہوں اور دوران سفر میرا سارا سامان ختم ہوگیا ہے۔ میں آپ سے اس ذات کے واسطے کرتا ہوں جس نے آپ کو خوبصورت رنگ اور جلد دی۔ مہربانی کر کے تم مجھے ایک اونٹ دے دو جس سے میں اپنا سفر آگے جاری رکھ سکوں اور مکمل کرلوں۔ کوڑھی بولا یار بات کچھ اس طرح ہے نا کہ مجھ پر بڑے خرچے اور ذمہ داریاں ہیں۔ فرشتہ بولا یاد کر تو کوڑھی کا مریض نہ تھا؟ یاد کر تیرے پاس یہ سب کچھ نہ تھا؟ پھر اللہ نے تجھ پر مہربانی کی اور تجھے یہ مال دیا۔ کوڑھی کہنے لگا: کیسی باتیں کرتے ہو، یہ سارا مال تو مجھے میرے آباؤ اجداد سے ترکے میں ملا ہے۔ فرشتے نے کہا: اگر تو اپنی بات میں جھوٹا ہے، تو اللہ تجھے اسی حال پر لوٹا دے جس پر تو تھا۔ یہ کہ کر فرشتہ وہاں سے چلا گیا۔ اب اللہ نے کوڑھی کی بیماری بھی لوٹا دی اور جو اس کے پاس مال تھا وہ سب کچھ اس سے لے لیا۔

اب گنجے کے امتحان کا وقت تھا۔ فرشتہ اپنے اسی انسانی روپ میں گنجے کے پاس آیا اور اس سے وہی کچھ کہا جو کوڑھی سے کہا تھا۔ گنجے نے فرشتے کو وہی جواب دیا جو کوڑھی نے فرشتے کو دیا تھا۔ فرشتے نے گنجے سے کہا: اگر تو اپنی بات میں جھوٹا ہے تو اللہ تجھے اسی حال پر لوٹا دے جس پر تو تھا۔ یہ کہ کر فرشتہ چلا گیا۔ گنجے سے اللہ نے سب کچھ لے لیا اور اس کا گنج پن اسے لوٹا دیا۔ اب کی بار نابینا کا امتحان تھا۔ فرشتہ نابینا کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں ایک بہت غریب اور مسکین بندہ ہوں، سفر بہت لمبا ہے اور میرے پاس توشہ سفر ختم

ہو گیا ہے۔ میں تم سے اس ذات کے واسطے سوال کرتا ہوں جس نے تمہاری بینائی لوٹائی اور تمہیں اتنا سارا مال دیا۔ مہربانی کر کے مجھے ایک بکری دے دو جس کے ذریعے میں اپنا سفر پورا کر سکوں۔

نابینا نے کہا: جی ہاں آپ نے سچ کہا اللہ ہی نے میری بینائی لوٹائی اور مجھے اتنا سارا مال دیا۔ یہاں جو کچھ آپ دیکھ رہے ہو، اس میں سے جتنا آپ نے لینا ہے لے جاؤ اور جتنا چاہے چھوڑ جاؤ۔ فرشتہ نے کہا: میں کچھ نہیں لے کر جا رہا، آپ کو اور آپ کے ساتھیوں (کوڑھی اور گنجے) کا اللہ نے امتحان لیا۔ آپ کامیاب ہو گئے اور آپ کے دونوں ساتھی ناکام ہوئے۔

پیارے بچو! سچائی اور ایمان داری کا بدلہ کبھی برا نہیں ہوا کرتا ہمیشہ اچھا ہوتا ہے، اور برائی، جھوٹ اور لالچ کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔

《بقیہ متعلقہ صفحہ 50 ''ازواج مطہرات کے نکاح''》

اور کہا آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا اللہ آپ کو برکت دے، اس کے بعد نبی علیہ السلام اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھر گئے اور ان سے ویسا ہی کہا جیسا حضرت عائشہ سے کہا اور ان سب نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت عائشہ نے دیا تھا، پھر نبی علیہ السلام واپس تشریف لے آئے اور وہ تین افراد ابھی بھی گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، نبی علیہ السلام بہت باحیا تھے لہذا دوبارہ حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے، پھر مجھے یاد نہیں کہ میں نے یا کسی اور نے نبی علیہ السلام کو ان لوگوں کے جانے کی خبر دی تو نبی علیہ السلام لوٹ آئے مگر ابھی چوکھٹ پر ایک قدم باہر اور ایک اندر تھا کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردے کی آیات نازل ہوئیں (ترجمہ ختم)

دیکھیے جس کو سب سے افضل ولیمہ کہا گیا وہ بھی کتنا سادہ ہے، اپنی حسب حیثیت جتنی جگہ میسر ہوئی اتنے ہی لوگوں کو دعوت دی اور نہ بعد میں دعوت دینے کی وجہ سے کسی نے ناک منہ چڑھایا دعوت دینے والے بھی مخلص تھے اور دعوت کھانے والے بھی مخلص لہذا نام و نمود سے بچ کر اپنی حسب حیثیت شادی بیاہ کے انتظامات کرنے چاہییے اور بلا وجہ لوگوں کی دیکھا دیکھی خود کو مشکلات میں نہیں ڈالنا چاہیے، لوگ تو کبھی راضی ہوتے نہیں، اور لوگوں کو راضی اور خوش کرنے کی دھن میں ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں، اس طرح کرنے سے ایک نیک عمل کا ثواب بھی ہم ضائع کر دیتے ہیں اللہ تعالی ہم سب کو رسوم رواج سے بچائے، اور تکلفات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (جاری ہے..........)

Iqra Griffin

بزمِ خواتین مفتی طلحہ مدثر

ازواج مطہرات کے نکاح (قسط6)

معزز خواتین! پچھلی قسط میں یہ بات تحریر ہو چکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا اور لوگ بھی حضرت زید کو زید بن محمد کے نام سے پکارتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا اس کے بعد لوگ آپ کو زید بن حارثہ کہنے لگے، آگے آنے والے صفحات میں حضرت زینب کے حضرت زید کے ساتھ نکاح، طلاق اور پھر حضرت زینب کے نبی علیہ السلام کے نکاح میں آنے سے متعلق تفصیل ذکر کی جائے گی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تعلق قریش کے معزز قبیلے اسد بن خزیمہ سے تھا اور قریش میں عورت کا اونچے خاندان سے ہونا بڑا وقعت رکھتا تھا نیز حسن صورت میں بھی ممتاز تھیں چنانچہ ان کو قریش کے متعدد افراد نے نکاح کا پیغام بھیجا انہوں نے اپنے نکاح کے سلسلے میں مشاورت کے لیے نبی علیہ السلام کے پاس اپنی بہن حمنہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا نبی علیہ السلام نے ان تمام افراد کے بارے میں حسب واقعہ رائے دی اور فرمایا کہ ان سب پیغام دینے والوں سے بہتر زید ہیں جوان سب میں دین کے اعتبار سے بلند مرتبہ ہیں حضرت زید چونکہ نبی علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے اس لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ رشتہ اپنے برابر کا نہیں سمجھا اور اس سے انکار کر دیا جس پر قرآن مجید کی سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (سورہ احزاب ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مومن (مرد) یا مومنہ (عورت) کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ جب اللہ اور اسکا رسول کسی کام کا حکم دیدیں تو پھر ان کو اپنے کام میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں جا پڑا (ترجمہ ختم)

اس آیت کی شدید وعید کے پیش نظر حضرت زینب نے نبی علیہ السلام سے یہ عرض کیا کہ جیسے آپ کی خواہش ہو ویسے ہی فرمادیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، چنانچہ نبی علیہ السلام نے انکا نکاح حضرت زید سے کر دیا لیکن ان دونوں کے باہم طبیعت اور مزاج نہ مل سکے حضرت زید نبی علیہ السلام سے ان کی خاندانی فوقیت کی

بناپر تیز زبانی کی شکایت کیا کرتے تھےاور جب کسی طرح سے نباہ نہ ہوسکا تو انہوں نے نبی علیہ السلام کے سامنے حضرت زینب کوطلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن نبی علیہ السلام نے انکوطلاق نہ دینے کامشورہ دیا، نبی علیہ السلام کوان کے طلاق کے فیصلے سے سخت تشویش تھی کیوں کہ نبی علیہ السلام کو بذریعہ وحی اس کی خبر تھی کہ حضرت زیدان کوطلاق دے دیں گےاور پھر نبی علیہ السلام کاان سے نکاح ہوگا لیکن چونکہ یہ اطلاع حکم کے درجے میں نہیں تھی اسی لیے نبی علیہ السلام نے وہی مشورہ دیا جواس موقع کے مناسب تھا، نیز قریش منہ بولی اولادکوسگی اولاد کی طرح سمجھتے تھےاس لیےفطری طور پران کےاس پروپیگنڈے کاخوف تھا کہ مسلمانوں کے راہنما نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا اسی لیے نبی علیہ السلام نے آئندہ کے حالات سے قطع نظر کرتے ہوئے حضرت زید کوطلاق نہ دینے کا مشورہ دیا،لیکن اسکے بعدبھی ان دونوں کے مزاج نہ مل سکےاور بالآخرحضرت زید نے انکوطلاق دیدی۔

جب حضرت زینب کی عدت ختم ہوگئی تو نبی علیہ السلام کاخوداللہ تعالیٰ نے حضرت زینب سے نکاح فرمادیا تاکہ جاہلیت کی یہ رسم ختم ہواور کسی شخص کواعتراض کاموقع بھی نہ ملے، نیزحضرت زینب نے صرف اللہ کی خاطراس رشتے کوقبول کیا تھاجس میں نباہ نہ ہوسکااوران کے دامن پرطلاق کاداغ لگ گیااس نکاح سے انکی دل جوئی بھی مقصودتھی، نبی علیہ السلام بحکم خدانکاح ہونے کی وجہ سے بغیراجازت کے حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے چنانچہ سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کاخودسے یہ نکاح کرنااورطلاق کے بارے میں حضرت زیدرضی اللہ عنہ کانبی علیہ السلام سے مشاورت کرنامذکورہےاللہ تعالیٰ کاارشادہے

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا رقم الآية ۳۷

ترجمہ:اور(اس وقت کو یاد کیجیے)جب آپ اس شخص(حضرت زیدرضی اللہ عنہ) سے کہہ رہے تھے جس پراللہ نے بھی اپنافضل فرمایااورآپ نے بھی اس پراحسان کیا کہ اپنی بیوی کو(اپنی زوجیت میں)رہنے دواوراللہ سے ڈرواورآپ اپنے دل میں وہ چھپاتے رہے جسے اللہ ظاہرکرنے والا تھا،اورآپ لوگوں کی طرف سے اندیشہ کررہے تھے حالانکہ اللہ ہی اس کا زیادہ حق دارہے کہ اس سے ڈراجائے، پھرجب زیدنے اس(اپنی بیوی)سے تعلق ختم کرلیا

توہم نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کردیا تاکہ اہل ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان (بیویوں) سے تعلق ختم کرچکے ہوں، اور اللہ کا حکم پورا ہوکر رہنے والا ہے (ترجمہ ختم)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ: فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ، قَالَ: فَانْطَلَقَ زَيْدٌ حَتَّى أَتَاهَا وَهِيَ تُخَمِّرُ عَجِينَهَا، قَالَ: فَلَمَّا رَأَيْتُهَا عَظُمَتْ فِي صَدْرِي، حَتَّى مَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي، وَنَكَصْتُ عَلَى عَقِبِي، فَقُلْتُ: يَا زَيْنَبُ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ، قَالَتْ: مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي، فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ، وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ (صحيح مسلم ،باب زواج زينب بنت جحش ونزول الحجاب اثبات وليمة العرس ،رقم الحديث ۸۹. ۱۴۲۸)

ترجمہ: جب زینب کی عدت مکمل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے کہا کہ میری طرف سے ان کو نکاح کا پیغام دو حضرت زید چلے اور ان کے پاس پہنچے اور وہ اپنے آٹا گوندھ رہی تھیں، حضرت زید کہتے ہیں جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ مجھے دل میں بہت باعظمت لگیں اس لیے کہ نبی علیہ السلام نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے اس عظمت کی وجہ سے میں ان کو صحیح طور پر نہ دیکھ سکا اور میں انکو پشت کی طرف کر کے الٹے پاؤں کھڑا ہوگیا اور میں نے کہا ''اے زینب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے نکاح کا پیغام بھیجا ہے'' انہوں نے کہا ''میں کوئی کام بھی اپنے رب سے مشاورت کیے بغیر نہیں کرتی'' لہذا وہ اپنی نماز کی جگہ جانے کے لیے کھڑی ہوئیں (تا کہ نماز استخارہ پڑھیں)، اسی دوران قرآن نازل ہوگیا اور نبی علیہ السلام تشریف لے آئے اور بغیر اجازت کے اندر تشریف لے گئے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں اس کی بھی صراحت ہے کہ استخارہ خود کرنا چاہیے اگرچہ کسی دوسرے سے کرانا بھی درست ہے دیکھیے نبی علیہ السلام نکاح کا پیغام بھیج رہے ہیں اس کے باوجود بھی حضرت زینب حتمی فیصلے کو استخارے تک موخر فرما رہی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود نکاح فرما دیا تھا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے لہذا نبی علیہ السلام نے اجازت لینے کی ضرورت نہ سمجھی، اللہ تعالیٰ کے خود اس نکاح کے انجام دینے کی وجہ سے حضرت

زینب دوسری ازواج مطہرات پرفخر کیا کرتی تھیں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

فَكَانَتْ تَفْخَرُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تقُولُ :زَوَّجَكُنَّ أَهْلُكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللَّهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ (سنن ترمذی ،ابواب تفسیر القرآن ،باب ومن سورة الاحزاب ،رقم الحدیث ۳۲۱۳)

ترجمہ: حضرت زینب نبی علیہ السلام کی دیگر ازواج پر فخر کی کرتی تھیں وہ کہا کرتی تھیں تمہاری شادی تمہارے گھروالوں نے کرائی ہے جبکہ میری شادی اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر خود فرمائی ہے(ترجمہ ختم)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا فخر فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ بات بطور اعزاز بیان کرتی تھیں یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس نکاح کی وجہ سے دیگر ازواج مطہرات کو(نعوذ باللہ) اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھتی تھیں جیسا کہ عام دنیادار لوگوں کی روش ہوتی ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ازواج مطہرات میں سب سے بڑا اور باحیثیت ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا گیا تھا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

مَا أَوْلَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ أَكْثَرَ -أَوْ أَفْضَلَ -مِمَّا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ، فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ :بِمَا أَوْلَمَ؟ قَالَ :أَطْعَمَهُمْ خُبْزًا وَلَحْمًا حَتَّى تَرَكُوهُ (باب زواج زینب بنت جحش،ونزول الحجاب واثبات ولیمة العرس رقم الحدیث ۹۱، ۱۴۲۸)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کا بھی ولیمہ اتنا بڑا یا اتنا افضل نہیں کیا جتنا حضرت زینب کا کیا،ثابت بنانی راوی نے پوچھا کس چیز سے ولیمہ کیا؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو روٹی اور گوشت کھلایا یہاں تک کہ انہوں نے (پیٹ بھر جانے کی وجہ سے خود ہی) چھوڑ دیا(ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ سب سے بہتر طریقے پر کیا گیا تھا،اور یہ جس ولیمے کو سب سے افضل ولیمہ کہا جارہا ہے اس کی شان یہ تھی کہ لوگوں کو پہلے سے دعوت نہیں تھی اور نہ بعد میں ایک ساتھ تمام افراد کو دعوت دی گئی بلکہ جگہ کی گنجائش کے لحاظ سے باری باری لوگوں کو بلایا جاتا ایک دفعہ میں جتنے افراد آجاتے پہلے انکو کھلایا جاتا پھر اس کے بعد دوسرے افراد کو بلایا جاتا۔

اس ولیمے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسی ولیمے کے موقعہ پر پردے کی آیات نازل کی گئیں،جس کی وجہ یہ

بنی کہ کچھ افراد نبی علیہ السلام کے گھر کھانا تیار ہونے سے پہلے آگئے اور کچھ کھانا کھانے کے بعد کافی دیر تک نبی علیہ السلام کے گھر پر بیٹھے رہے جس سے نبی علیہ السلام کو تکلیف پہنچی لیکن اعلی درجے کی حیا کے حامل ہونے کی وجہ نبی علیہ السلام نے ان کو کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا اور اس پر قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔

اس شاندار ولیمے کی تفصیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ فرماتے ہیں

بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ، فَأُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ، فَدَعَوْتُ حَتَّى مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُو، فَقُلْتُ :يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوهُ، قَالَ :ارْفَعُوا طَعَامَكُمْ وَبَقِيَ ثَلاثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُونَ فِي البَيْتِ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقَالَ : السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ البَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَقَالَتْ :وَعَلَيْكَ السَّلاَمُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ، يَقُولُ لَهُنَّ كَمَا يَقُولُ لِعَائِشَةَ، وَيَقُلْنَ لَهُ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ثَلاَثَةٌ مِنْ رَهْطٍ فِي البَيْتِ يَتَحَدَّثُونَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيدَ الحَيَاءِ، فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرِي آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ القَوْمَ خَرَجُوا فَرَجَعَ، حَتَّى إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ البَابِ دَاخِلَةً، وَأُخْرَى خَارِجَةً أَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الحِجَابِ(کتاب تفسیر القرآن ،باب قولہ :لاتدخلوا بیوت النبی الخ ،رقم الحدیث ۴۷۹۳)

ترجمہ: نبی علیہ السلام کی حضرت زینب سے پہلی ملاقات (زفاف) ہوئی ،تو ولیمہ گوشت اور روٹی سے ہوا، ولیمے کے کھانے کے لیے مجھے لوگوں کو بلانے بھیجا گیا، پس کچھ لوگ آتے کھانا کھاتے اور چلے جاتے پھر دوسرے لوگ آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے، میں لوگوں کو بلاتا رہا یہاں تک کہ دعوت کے لیے کوئی بھی باقی نہ بچا، تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کھانے پر بلانے کے لیے کوئی نہیں بچا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنا کھانا اٹھالو! اور تین افراد باقی رہ گئے جو گھر میں باتیں کرنے لگے، پس نبی علیہ السلام نکلے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چل دیے اور انکو السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ کہا تو انہوں نے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا ﴿بقیہ صفحہ 45 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دین کو کھیل اور تماشہ بنانے پر قرآنی وعید

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَهُمۡ لَهۡوًا وَّلَعِبًا وَغَرَّتۡهُمُ الۡحَیَاةُ الدُّنۡیَا فَالۡیَوۡمَ نَنۡسَاهُمۡ كَمَا نَسُوۡا لِقَاءَ یَوۡمِهِمۡ هٰذَا وَمَا كَانُوۡا بِآیَاتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ (سورة الأعراف، رقم الآیة ۵۱)

ترجمہ: جنہوں نے بنالیا تھا، اپنے دین کو کھیل اور تماشہ، اور دھوکہ میں ڈال دیا تھا، ان کو دنیا کی زندگی نے، پس آج کے دن ہم ان کو بھلا دیں گے، جس طرح بھلا دیا تھا انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو، اور جس طرح کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے (سورہ اعراف)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دین کو کھیل، تماشہ بنائیں گے، اور دنیا کی زندگی سے دھوکہ کھائیں گے، ان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بُھلا دے گا، یعنی ان کی تکلیف وعذاب کو دور نہیں کرے گا، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی کو کھیل کود کا مشغلہ نہیں بنانا چاہیئے، ورنہ آخرت میں سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس لیے اپنے وقت کو قیمتی بناتے ہوئے، اپنی آخرت کو اچھا بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

Idara Ghufran

اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِیْ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ كُنْ فِی الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَاعْدُدْ نَفْسَكَ فِی الْمَوْتٰی (مسند احمد، رقم الحديث ۴۷۶۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا ایک حصہ پکڑ کر فرمایا کہ اے عبداللہ! دنیا میں اس طرح رہو، گویا کہ آپ اجنبی ہیں، یا آپ راستہ سے گزرنے والے (مسافر) ہیں، اور خود کو مُردوں میں شمار کرو (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا ایک حصہ پکڑ کر فرمایا کہ اے عبداللہ! دنیا میں اس طرح رہو، گویا کہ آپ اجنبی ہیں، یا گویا کہ آپ راستہ سے گزرنے والے (مسافر) ہیں، اور خود کو قبر والوں میں (یعنی مردہ) شمار کرو (ابنِ ماجہ، حدیث 4114)

پہلی روایت میں اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرنے کے الفاظ ہیں، اور دوسری روایت میں اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرنے کے الفاظ ہیں، دونوں کا مطلب قریب قریب ہے، اور مقصد یہ ہے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اور کسی بھی وقت موت آ سکتی ہے، اس لئے اپنے آپ کو مُردوں یا قبر والوں میں شمار کرنا چاہئے، اور مرنے اور قبر میں جانے کی فکر کرنی چاہئے۔

Idara Ghufran

عبادتِ الٰہی کا معیار، مظلوم کی بددعاء سے بچنے، اور فجر وعشاء کی خصوصی تاکید واہمیت

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ اللہ کی اس طرح عبادت کیجئے کہ گویا کہ آپ اس (یعنی اللہ) کو دیکھ رہے ہیں، پھر اگر آپ اس کو نہیں دیکھ رہے، تو وہ (یعنی اللہ) تو یقیناً آپ کو دیکھ رہا ہے، اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کیجئے، اور اپنے آپ کو مظلوم کی بددعاء سے بچایئے، کیونکہ اس کی دعاء قبول کی جاتی ہے، اور جو کوئی تم میں سے دونمازوں یعنی عشاء اور فجر میں حاضر ہونے کی استطاعت رکھے، اگرچہ گھٹنوں کے بَل چل کر کیوں نہ ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ ان دونمازوں میں حاضر ہوا کرے (بیہقی، حدیث نمبر 10060)

اس حدیث میں بھی پہلے اللہ کی اس طرح عبادت کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، گویا کہ بندہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر یہ مقام حاصل نہ ہو، تو اللہ کے دیکھنے کا تصور کر کے عبادت کرنے کا حکم فرمایا گیا، اور پھر اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرنے کا حکم فرمایا گیا، اور اس کے بعد مظلوم کی بددعاء سے بچنے کا حکم فرمایا گیا۔

اور آخر میں عشاء اور فجر کی نمازوں میں حاضر ہونے کی تاکید کو خاص انداز میں بیان کیا گیا، دوسری کئی احادیث میں بھی ان دونوں نمازوں میں حاضر ہونے کی تاکید واہمیت کا ذکر ہے۔

رزق اور موت انسان کو تلاش کرتے پھرتے ہیں

حضرت ابوعزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا أَرَادَ قَبْضَ رُوحِ عَبْدٍ بِأَرْضٍ، جَعَلَ لَهُ فِيهَا -أَوْ قَالَ :بِهَا حَاجَةً (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٥٥٣٩)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی بندے کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں کسی جگہ میں، تو اس کو وہاں پہنچادیتے ہیں، یا (اس جگہ سے متعلق اس کی) کوئی حاجت وابستہ کردیتے ہیں (مسند احمد)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ أَجَلُهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث 3238)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک انسان کا رزق کو اسے ایسے تلاش کرتا ہے، جیسا کہ اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے (ابنِ حبان)

معلوم ہوا کہ انسان کی موت اور اس کا رزق دونوں، خود اس کے پاس چل کر آتے ہیں، اس لیے رزق سے مایوسی اور موت سے غفلت، مومن کو زیب نہیں دیتے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل   ادارہ

مقدّس اَوراق کا حکم (قسط2)

مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ (Recycling)

موجودہ دور میں قرآن مجید کے بوسیدہ و ناقابلِ استعمال نسخوں اور مقدس اوراق کو دوبارہ استعمال میں لانے، کار آمد و کارگر اور قابلِ انتفاع بنانے کا جو طریقہ ایجاد ہوا ہے، اس کو موجودہ زبان میں ری سائیکلنگ (Recycling) اور عربی زبان میں ''اعادۃ التدویر'' کہا جاتا ہے، جو اس دور کا اہم اور جدید مسئلہ ہے، جس پر علمی و تحقیقی کلام کی تفصیل سے ضرورت ہے۔

ری سائیکلنگ (Recycling) کے عمل سے گزارنے کے لئے پہلے اوراق اور تحریری مواد کو بڑے ڈرم نما حوض میں صاف پانی کے اندر ڈالا جاتا ہے، جس میں لگے ہوئے کٹر (Cutter) سے ان اوراق کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے اور حروف و نقوش مٹ جاتے ہیں، اور پھر اس کے گودے سے فاضل پانی کو احتیاط کے ساتھ خارج کر دیا جاتا ہے، اور پھر گودے سے گتہ یا کاغذ تیار کیا جاتا ہے، یہ ری سائیکلنگ (Recycling) کا ایک طریقہ ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے، جس میں شرعی اعتبار سے کوئی اہانت لازم نہ آ رہی ہو۔

فی نفسہٖ یہ طریقہ شرعی و فقہی اعتبار سے جائز ہے، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کے موقع پر دیگر نسخوں کے متعلق جو حکم صادر فرمایا، اصولی اعتبار سے اس سے بھی اس عمل کے جائز ہونے کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا۔

پھر اس مواد سے تیار شدہ کاغذ یا گتہ کو کسی جائز اور مفید مقصد کے لئے استعمال کیا جائے تو اس میں شرعاً قباحت نہیں، اگرچہ دینی مقاصد کے لئے استعمال کرنا زیادہ بہتر اور ادب کے زیادہ لائق ہے۔

فقہائے کرام بالخصوص فقہائے حنفیہ کے قواعد کی روشنی میں موجودہ دور کے مطابق قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں اور مقدس اوراق کو دوبارہ کار آمد بنانا یا ان کی ری سائیکلنگ کرنا جائز ہے بلکہ اگر میسر ہو، تو ادب کے تقاضوں کے مطابق موجودہ حالات میں دوسری صورتوں کے مقابلہ میں افضل و احسن صورت قرار دی جاسکتی ہے۔

جس تفصیل کی فقہی عبارات کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہے۔

فتاویٰ شامی کا حوالہ

ردالمحتار میں ہے:

وفی الذخيرة :المصحف إذا صار خلقا وتعذر القراء ة منه لا يحرق بالنار إليه أشار محمد وبه نأخذ. ولا يكره دفنه، وينبغي أن يلف بخرقة طاهرة، ويلحد له لأنه لو شق ودفن يحتاج إلى إهالة التراب عليه، وفي ذلك نوع تحقير إلا إذا جعل فوقه سقف، وإن شاء غسله بالماء .أو وضعه في موضع طاهر لا تصل إليه يد محدث ولا غبار، ولا قذر تعظيما لكلام الله عز وجل اهـ (رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص ٤٢٢، كتاب الطهارة،سنن الغسل)

ترجمہ: اور ذخیرہ میں ہے کہ قرآن مجید کا نسخہ جب پرانا ہوجائے، اور اس سے قرائت کرنا دشوار ہوجائے، تو آگ میں نہیں جلایا جائے گا، اسی کی طرف امام محمد نے اشارہ کیا ہے، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اور اس کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، لیکن مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹا جائے، اور بغلی قبر بنائی جائے، کیونکہ اگر ویسے ہی سیدھا گڑھا کھود کر اس کو دفن کیا جائے گا، تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پڑے گی، اور اس میں ایک طرح کی تحقیر لازم آتی ہے، لیکن اگر اس کے اوپر چھت بنادی جائے (یعنی اوپر لکڑی یا پتھر وغیرہ رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے، تو حرج نہیں) اور اگر چاہے تو اس قرآن کو پانی سے دھودے (اور دھونے کے بعد نقوش وحروف مٹی ہوئی خالی تختی یا کاغذ کو کسی جائز کام میں لے آئے، جیسا کہ آگے آتا ہے) یا اس (قرآن مجید کے مطبوعہ ومکتوبہ نسخہ یا اوراق) کو ایسی پاک جگہ رکھ دے، جہاں نہ تو بے وضو شخص کا ہاتھ پہنچے، اور نہ گرد وغبار پہنچے، اور نہ کوئی گندگی پہنچے، اللہ عزوجل کے کلام کی تعظیم کے لئے (ردالمحتار)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے پرانا اور بوسیدہ ہونے کے بعد اس کو پاک وصاف جگہ دفن کرنا، یا اگر ممکن ہو تو پاک پانی سے حروف کو دھوکر مٹادینا یا اس کو پاک صاف جگہ رکھ دینا تینوں صورتیں جائز ہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ کے اشارہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کو آگ میں جلانا مناسب نہیں۔

پانی سے دھونے کی صورت میں حروف ونقوش مٹ جاتے ہیں، جس میں کاغذ کو دوبارہ کارآمد بنانا اور

موجودہ دور کی ری سائیکلنگ (Recycling) کا عمل بھی داخل ہے، جیسا کہ مزید وضاحت اور صراحت کے ساتھ آگے آتا ہے۔

رہا یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ کی کس عبارت سے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، تو اس کی وضاحت ''ذخیرہ'' کے ہی حوالہ سے فتاویٰ تاتارخانیہ میں کی گئی ہے، جس میں ردالمحتار کے مقابلہ میں ذخیرہ کی تفصیلی عبارت نقل کی گئی ہے، اوراس سے ردالمحتار کی عبارت کی مزید توضیح ہوتی ہے، اور کئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ کا حوالہ

چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

فی الذخیرۃ :المصحف إذا صار خلقا وتعذر القراء ۃ فیه لا یحرق بالنار، إلیه أشار محمد فی السیر الکبیر وبه نأخذ.

ولا یکرہ دفنه، ومن اراد دفنه ینبغی أن یلفه بخرقة طاھرۃ، وتحفر له حفیرۃ ویلحد ولا یشق،لأنه متی شق ودفن ،احتاج إلی إھالة التراب علیه، وفی ذلک نوع تحقیر واستخفاف بکلام اللہ عزوجل ، إلا إن یجعل علیه سقف حتی لایحتاج الیٰ اھالة التراب علیه، وحینئذ لا باس بالشق علیه، وإن شاء غسله بماء حتی یذھب ما به، وان شاء وضعه فی موضع طاھر لا یصل إلیه ید المحدثین، ولایصل الیه الغبار ولاالاقذار تعظیما لکلام اللہ عز وجل

(الفتاویٰ التاتارخانیة، ج۱۸ ص۶۸،۶۹، کتاب الکراھیة، الفصل فی المسجد والقبلة وغیرھا)

ترجمہ: ذخیرہ میں ہے کہ قرآن مجید کا نسخہ جب پرانا ہوجائے، اوراس میں قرائت کرنا دشوار ہوجائے، تو آگ میں نہیں جلایا جائے گا، اسی کی طرف امام محمد نے ''سیر کبیر'' میں اشارہ کیا ہے، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اوراس کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، اور جو اس کو دفن کرنا چاہے، تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ دے، اور اس کے لئے ایک گڑھا کھود دے، اور بغلی گڑھا کھودے، سیدھا گڑھا نہ کھودے، کیونکہ جب سیدھا گڑھا کھود کر دفن کرے گا، تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی، اوراس میں اللہ عزوجل کے کلام کے ساتھ ایک طرح کی تحقیر اور استخفاف پایا جاتا ہے، لیکن اگر اس کے اوپر چھت بنادی جائے (یعنی اوپر لکڑی یا پتھر

وغیرہ رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے) تو پھر سیدھا گڑھا کھودنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔
اور اگر چاہے تو اس کو پانی سے دھودے، یہاں تک کہ اس کی لکھائی ختم ہوجائے (اور دھونے کے بعد خالی تختی یا کاغذ کو کسی جائز کام میں لے آئے، جیسا کہ آگے تفصیلاً آتا ہے) اور اگر چاہے تو اس کو (دھوئے اور مٹائے بغیر) ایسی پاک جگہ رکھ دے، جہاں بے وضو لوگوں کا ہاتھ نہ پہنچے، اور نہ ہی اس پر گرد وغبار پڑے، اور نہ گندگیاں پڑیں، اللہ عزوجل کے کلام کی تعظیم کے لئے (فتاویٰ تاتارخانیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ بوسیدہ قرآن مجید کے نسخوں کو جس طرح دفن کرنا مکروہ نہیں، اور دفن کرنے کا اختیار ہے، اسی طرح یہ بھی اختیار ہے کہ اس کے نقوش وحروف مٹانے کے لئے کاغذ وتختی کو دھودے، تاکہ بعد میں اس کاغذ یا تختی کا دوسرے جائز کاموں میں استعمال کرسکے، یہ بھی جائز شکل ہے۔
اور شامی کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب السیر میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

المحیط البرہانی کا حوالہ

اور المحیط البرہانی میں امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب السیر کے باب کی بھی نشاندہی کی گئی ہے، جہاں سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے، چنانچہ اس میں ہے:

وإذا صار المصحف خلقا بحيث لا يقرأ منه لا يحرق؛ إليه أشار محمد رحمه الله في السير في باب ما يوجد من الغنيمة، فيكره قسمته، وبه نأخذ، ولا يكره دفنه، ومن أراد دفنه ينبغي أن يلفه بخرقة طاهرة، ويحفر لها حفرة ويلحد ولا يشق؛ لأنه متى شق ودفن يحتاج إلى إهالة التراب عليه، وفي ذلك نوع تحقير واستخفاف بكتاب الله تعالى، وإن شاء غسله بالماء حتى يذهب ما به. وإن شاء وضعه في موضع طاهر لا تصل إليه يد المحدثين، ولا تصل إليه النجاسة تعظيما لكلام الله تعالى (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج٥،ص ٣٢١،كتاب الاستحسان والكراهية،الفصل الخامس في المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن الخ)

ترجمہ: اور جب قرآن مجید کا نسخہ پرانا ہوجائے کہ اس سے قرائت نہ کی جاسکے، تو اس کو جلایا

نہ جائے، اس کی طرف امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب السیر میں اس باب کے اندر اشارہ کیا ہے، جو مالِ غنیمت میں حاصل ہوتا ہے، اور اس کو تقسیم کرنا مکروہ ہے، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔
اور اس (قرآن مجید کے پرانے نسخہ) کو دفن کرنا مکروہ نہیں ہے، اور جو شخص اس کو دفن کرنا چاہے، تو مناسب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ لے، اور ایک گڑھا کھود دے، جس میں بغلی قبر بنادے، سیدھا گڑھا نہ کھودے، کیونکہ جب سیدھا گڑھا کھودے گا، اور اس میں (یہ قرآن کا نسخہ) دفن کرے گا، تو اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی، جس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ ایک طرح کا استخفاف اور تحقیر پائی جاتی ہے۔ اور اگر چاہے تو اس نسخہ کو پانی سے دھودے، یہاں تک کہ اس کی لکھائی ختم ہو جائے (اور پھر اس کاغذ وتختی کو کسی جائز مصرف میں استعمال کرے، جیسا کہ آگے عبارات میں صراحتاً آتا ہے) اور چاہے تو اس (قرآنی مطبوعہ نسخہ) کو (دھو کر حروف ونقوش مٹانے اور دفن کرنے کے بجائے) پاک جگہ رکھ دے، جہاں بے وضو لوگوں کا ہاتھ نہ پہنچے، اور نہ وہاں نجاست پہنچے، اللہ تعالیٰ کے کلام کی تعظیم کے لئے (المحیط البرہانی)

اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کی ''کتاب السیر'' نامی کتاب کے مالِ غنیمت کی تقسیم والے باب کی عبارت سے بوسیدہ قرآنی نسخوں کے جلانے کی کراہت کا قول لیا گیا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ کا حوالہ

اور فتاویٰ ہندیہ میں امام محمد رحمہ اللہ کے اس کلام کو جس سے اس مسئلہ کی تخریج کی گئی ہے، مالِ غنیمت کی تقسیم کے مسئلہ کے ضمن میں درج ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

قَالَ مُحَمَّدٌ -رَحِمَهُ اللَّهُ- إِذَا أَصَابَ الْمُسْلِمُونَ غَنَائِمَ، وَكَانَ فِيمَا أَصَابُوا مُصْحَفٌ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ كُتُبِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى لَا يَدْرِي أَنَّ فِيهِ تَوْرَاةً أَوْ زَبُورًا أَوْ إِنْجِيلًا أَوْ كُفْرًا، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يُقَسِّمَ ذٰلِكَ فِي مَغَانِمِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُحَرِّقَ بِالنَّارِ.
وَإِذَا كَرِهَ إِحْرَاقَهُ يَنْظُرُ بَعْدَ هَذَا إِنْ كَانَ لِوَرَقِهِ قِيمَةٌ، وَيُنْتَفَعُ بِهِ بَعْدَ الْمَحْوِ وَالْغَسْلِ بِأَنْ كَانَ مَكْتُوبًا عَلَى جِلْدٍ مَدْبُوغٍ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ، فَإِنَّهُ يُمْحَى وَيُجْعَلُ الْوَرَقُ فِي الْغَنِيمَةِ.

وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِوَرَقِهِ قِيمَةٌ، وَلَا يُنْتَفَعُ بِهِ بَعْدَ الْمَحْوِ بِأَنْ كَانَ مَكْتُوبًا عَلَى الْقِرْطَاسِ يُغْسَلُ. وَهَلْ يُدْفَنُ وَهُوَ عَلَى حَالِهِ إِنْ كَانَ مَوْضِعًا لَا يُتَوَهَّمُ وُصُولُ يَدِ الْكَفَرَةِ إِلَيْهِ؟ يُدْفَنُ، وَإِنْ كَانَ مَوْضِعًا يُتَوَهَّمُ وُصُولُ يَدِ الْكَفَرَةِ إِلَيْهِ لَا يُدْفَنُ

(الفتاوى الهندية، ج۲،ص ۲۱۵،كتاب السير،الباب الرابع،الفصل الثانى فى كيفية القسمة)

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کو مالِ غنیمت حاصل ہو، اور مالِ غنیمت میں ایسی کتابوں کے نسخے ہوں کہ جن میں یہود ونصاریٰ کی کتابوں میں سے کچھ ہو، جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں توراۃ یا زبور یا انجیل یا کوئی کفریہ بات لکھی ہوئی ہے، تو حاکم کے لئے مناسب نہیں کہ اس کو (لکھی ہوئی حالت میں) مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں تقسیم کردے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ اس کو آگ میں جلادے۔

اور جب اس کو آگ میں جلانا مکروہ ہے، تو اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر اس کاغذ یا تختی کی کوئی قیمت ہے (جس پر وہ تحریر لکھی ہوئی ہے) اور اس (کاغذ یا تختی) سے لکھائی مٹانے اور دھونے کے بعد فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، مثلاً وہ دباغت شدہ چمڑے پر لکھی ہوئی ہے، یا اس کے مثل کسی قابلِ نفع چیز پر لکھی ہوئی ہے، تو اس کو مٹا کر اس کاغذ یا تختی کو مالِ غنیمت میں تقسیم کردیا جائے گا (جس کے بعد حاصل ہونے والے شخص کے لئے اس تختی و کاغذ کو اپنی مختلف جائز ضروریات میں استعمال کرنا جائز ہوگا)

اور اگر اس کاغذ کی کوئی قیمت نہ ہو، اور مٹانے کے بعد اس سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا ہو، مثلاً وہ عام کاغذ پر لکھی ہوئی ہے (جس کو اس دور میں دوبارہ کار آمد بنانا مشکل تھا) تو اس کو دھو دیا جائے گا (تاکہ اس کے حروف ونقوش مٹ جائیں، اور حروف ونقوش مٹنے کے بعد اس کی حیثیت عام کاغذ کی ہوگی، جس کا جائز مقاصد میں استعمال ممکن ہو، تو درست ہوگا)

اور کیا اس کو اسی حالت میں (دھوئے اور مٹائے بغیر) دفن کیا جاسکتا ہے، تو اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں کافروں کے ہاتھ لگنے کا اندیشہ نہ ہو، تو اس کو دفن کردیا جائے گا، اور اگر ایسی جگہ ہو کہ وہاں کافروں کے ہاتھ پہنچنے کا خطرہ ہو، تو اسے (مٹائے بغیر) دفن نہیں کیا جائے گا (ہندیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کے مالِ غنیمت تقسیم کرنے کے مسئلہ سے قرآنی بوسیدہ اوراق کی تحریق کی کراہت کا قول لیا گیا ہے، جس کے مطابق مالِ غنیمت کے ذریعہ حاصل شدہ مصاحف ورسائل میں

سے نقوش وحروف کو دھونے اور مٹانے کے بعد اگر وہ تختی، چمڑا، یا کوئی ایسی چیز ہو کہ جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو، تو اس کے حروف ونقوش مٹا کر اس کو لوگوں میں تقسیم کرنا اور اس سے لوگوں کو کسی طریقہ سے جائز شکل میں فائدہ اٹھانا درست ہے، اور مقدس اوراق اور قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں کی تخریج اسی مسئلہ سے ہے، لہٰذا جو حکم مالِ غنیمت میں حاصل شدہ اوراق کا ہے، وہی حکم مشائخِ حنفیہ کے نزدیک قرآنی مصاحف اور بوسیدہ اوراق کا بھی ہے، صاحبِ ردالمحتار، صاحبِ ذخیرہ، صاحبِ محیط البرہانی اور صاحب تاتارخانیہ سب نے یہی سمجھا ہے، جیسا کہ گزرا، اور شمس الائمہ سرخسی کی تخریج سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ جس سے کاغذ کو دوبارہ استعمال میں لانے، دوبارہ کارآمد بنانے اور موجودہ دور کی ری سائیکلنگ (Recycling) کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

شرحُ السیر الکبیر کا حوالہ

اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے سیرِ کبیر کی شرح میں امام محمد رحمہ اللہ کے مذکورہ کلام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

> مالِ غنیمت میں حاصل شدہ کتب اور مضامین (جن کے تورات، انجیل، زبور یا کفریہ بات کے لکھے ہوئے ہونے کا علم نہ ہو) کو آگ میں جلانا اس لئے مناسب نہیں کہ اس میں اللہ کا ذکر اور اللہ کا کلام موجود ہونے کا امکان ہے، جس کو جلانے میں ایک طرح سے اس کی تحقیر کا امکان ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مصحف کے جلانے کا جو واقعہ اور حدیث مروی ہے، وہ بظاہر صحیح نہیں، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید کے احترام اور تقدس کا طرزِ عمل اس کی نفی کرتا ہے۔

اس کے بعد شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ:

> اگر اس ورقہ اور کاغذ کی کوئی قیمت ہو، تو اس کے مضمون کو مٹا کر اس ورقہ اور کاغذ کو مالِ غنیمت میں تقسیم کردیا جائے گا (جس کو حاصل کرنے والوں کے لئے اپنی حسبِ منشاء جائز استعمال درست ہوگا، کیونکہ وہ اب اس کے مالک ہیں، اور مٹنے کے بعد قابلِ احترام نقوش وغیرہ اگر تھے، تو وہ اب باقی نہیں رہے) ورنہ اس کی کتابت کو دھونے کے بعد اگر چاہیں (جس میں فاعل کو اختیار رہے، مگر واجب نہیں) تو آگ میں جلادیا جائے گا، کیونکہ اب اس میں کوئی چیز

Idara Ghufran

لکھی ہوئی نہیں ہے(جس کی وجہ سے اب اس کے ادب واحترام کا حکم نہیں رہا،اوراسی وجہ سے جلانا بھی بلاکراہت جائز ہوگیا)اوربعض اوقات اس کوجلانے میں مشرکین کوغیظ وغضب بھی پیدا ہوتا ہے،جس میں گناہ نہیں،اس لئے بہرحال اس کوجلانے میں حرج نہیں۔اوران کتب کومٹانے سے پہلے دفن کرنا بھی مناسب نہیں،کیونکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ مشرکین ان کونکال لیں،اورپھرمزید گمراہ ہوں۔

اوراس تعلیل میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگراس طرح کا ڈرنہ ہو،تواس موادکودفن کرنے میں کوئی حرج نہیں،پس یہ ہمارے اصحاب میں سے ان لوگوں کے قول کی دلیل بن جائے گی،جو یہ کہتے ہیں کہ جب قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق پرانے ہوجائیں،توان کو پاک جگہ دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں،اور پانی سے دھودینا تمام صورتوں میں زیادہ بہتر صورت ہے(شرح سیرکبیر) [1]

---

[1] وَإِذَا أَصَابَ الْمُسْلِمُونَ غَنَائِمَ فَكَانَ فِيهَا مُصْحَفٌ لَا يُدْرَى أَنَّ الْمَكْتُوبَ فِيهِ تَوْرَاةٌ أَوْ إِنْجِيلٌ أَوْ زَبُورٌ أَوْ كُفْرٌ ، فَلَيْسَ يَنْبَغِي لِلْأَمِيرِ أَنْ يَبِيعَ ذَلِكَ مِنْ الْمُشْرِكِينَ ، مَخَافَةَ أَنْ يَضِلُّوا بِهِ فَيَكُونُ هُوَ الْمُسَبِّبُ لِفِتْنَتِهِمْ وَإِصْرَارِهِمْ عَلَى الْكُفْرِ ، وَذَلِكَ لَا رُخْصَةَ فِيهِ ، وَكَذَلِكَ لَا يَبِيعُ مِنْ مُسْلِمٍ .لِأَنَّهُ لَا يَأْمَنُ أَنْ يَبِيعَ ذَلِكَ مِنْهُمْ أَيْضًا فَيَضِلُّوا بِسَبَبِهِ .وَكَذَلِكَ لَا يَقْسِمُ بَيْنَ الْغَانِمِينَ .لِأَنَّهُ لَا يَأْمَنُ عَلَى مَنْ وَقَعَ فِي سَهْمِهِ أَنْ يَبِيعَهُ مِنْ الْمُشْرِكِينَ فَيَضِلُّوا بِسَبَبِهِ .وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُحَرِّقَ بِالنَّارِ ذَلِكَ أَيْضًا .

لِأَنَّ مِنْ الْجَائِزِ أَنْ يَكُونَ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى ، وَمِمَّا هُوَ كَلَامُ اللَّهِ ، وَفِي إحْرَاقِهِ بِالنَّارِ مِنْ الِاسْتِخْفَافِ مَا لَا يَخْفَى .وَالَّذِي يُرْوَى أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَعَلَ ذَلِكَ بِالْمَصَاحِفِ الْمُخْتَلِفَةِ حِينَ أَرَادَ جَمْعَ النَّاسِ عَلَى مُصْحَفٍ وَاحِدٍ لَا يَكَادُ يَصِحُّ .فَالَّذِي ظَهَرَ مِنْهُ مِنْ تَعْظِيمِ الْحُرْمَةِ لِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَى تِلَاوَتِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَا أَصْلَ لِذَلِكَ الْحَدِيثِ .وَلَكِنَّهُ يَنْظُرُ فِي ذَلِكَ .

فَإِنْ كَانَ لِوَرَقِهِ قِيمَةٌ مُحِيَ الْكِتَابُ وَجُعِلَ الْوَرَقُ فِي الْغَنِيمَةِ .

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِوَرَقِهِ قِيمَةٌ فَلْيَغْسِلْ وَرَقَهُ بِالْمَاءِ حَتَّى يَذْهَبَ الْكِتَابُ ثُمَّ يُحْرِقَهُ بَعْدَ ذَلِكَ إنْ أَحَبَّ .

لِأَنَّهُ لَا كِتَابَ فِيهِ ، وَرُبَّمَا يَكُونُ فِي إحْرَاقِهِ بَعْدَ غَسْلِهِ الْمَكْتُوبَ فِيهِ مَعْنَى الْغَيْظِ لَهُمْ ، وَهُمْ الْمُشْرِكُونَ ، فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَفْعَلَهُ .وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَدْفِنَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ قَبْلَ مَحْوِ الْكِتَابِ .

لِأَنَّهُ لَا يَأْمَنُ أَنْ يَطْلُبَهُ الْمُشْرِكُونَ فَيَسْتَخْرِجُوهُ ، وَيَأْخُذُوا بِمَا فِيهِ ، فَيَزِيدُهُمْ ذَلِكَ ضَلَالًا إلَى ضَلَالِهِمْ .

وَفِي هَذَا التَّعْلِيلِ إشَارَةٌ إلَى أَنَّهُ إذَا كَانَ يَأْمَنُ ذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَدْفِنَهُ ، فَيَكُونُ دَلِيلًا لِقَوْلِ مَنْ يَقُولُ مِنْ أَصْحَابِنَا فِيمَا إذَا انْقَطَعَ أَوْرَاقُ الْمُصْحَفِ :إنَّهُ لَا بَأْسَ بِدَفْنِهِ فِي مَكَانٍ طَاهِرٍ .وَالْغَسْلُ بِالْمَاءِ أَحْسَنُ الْوُجُوهِ فِيهِ عَلَى مَا ذَكَرَهُ (شرح السیر الکبیر،شمس الائمۃ السرخسی، ج۳،ص ۲۳۲،باب ما یحمل علیه الفیء وما یرکبه الرجل من الدواب وما یجوز فعله بالغنائم فی دار الحرب من القسمة وغیر ذلک)

Idara Ghufran

شمس الائمہ سرخسی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ صحیفوں اور مقدس اوراق سے نقوش وحروف مٹانے کی وہ صورت سب سے بہتر ہے، جس کے بعد کاغذ اور تختی قابلِ انتفاع ہو، اور مختلف رسائل سے حروف ونقوش مٹنے کے بعد ان کا مالِ غنیمت کے طور پر لوگوں میں تقسیم کرنا اور لوگوں کا ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، کیونکہ اگر ان میں پہلے اللہ کا کلام بھی ہو، تب بھی مٹنے کے بعد ان میں مضمون ومکتوب نہ ہونے کی وجہ سے وہ اب اس حیثیت سے قابلِ احترام نہیں رہے، اور یہ ری سائیکلنگ (Recycling) کے جواز کی دلیل ہے۔

رہا شمس الائمہ سرخسی کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے قرآنی نسخوں کو جلانے کے واقعہ اور حدیث کو غیر صحیح کہنا، تو اس بات سے اتفاق نہیں، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تحریق اور تخریق یا محو کا واقعہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، جیسا کہ پہلے تفصیلاً گزرا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ کا مزید حوالہ

اور فتاویٰ تاتارخانیہ کے مالِ غنیمت کے بیان میں امام محمد رحمہ اللہ کے مندرجہ بالا کلام کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ولا ينبغي أن يحرق بالنار مخافة ان يكون المكتوب فيه شيئ من اسماء الله تعالىٰ، واحراق مكتوب فيه اسم من اسماء الله تعالىٰ مكروه.

قالوا: وتصير هذه المسألة رواية عن علمائنا في المصحف إذا خلق وتعذرت القرائة منه أن لا يحرق بالنار خلافا لما قاله بعض المتكلمين (الفتاوىٰ التاتارخانية، ج۵ ص ۳۱۴، كتاب السير، الفصل الثاني والعشرون في قسمة الغنائم والمسائل المختصة بها، نوع آخر في بيان مايكره قسمته بما مما يؤخذ من الغنيمة ومالا يكره)

ترجمہ: اور (مالِ غنیمت میں حاصل شدہ کتب اور مضامین جن کے تورات، انجیل، زبور یا کفریہ مضمون پر مشتمل ہونے کا علم نہ ہو) کو آگ میں جلانا اس لئے مناسب نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام لکھے ہوئے ہونے کا امکان ہے، اور ایسے مکتوب کو جلانا کہ جس میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام ہو، مکروہ ہے۔

مشائخ نے فرمایا کہ یہی مسئلہ ہمارے علماء سے اُس قرآن کے بارے میں مروی قرار پائے گا، جب وہ پرانا ہو جائے، اور اس سے قرائت کرنا دشوار ہو جائے کہ اس کو آگ میں نہ جلایا

جائے ،برخلاف بعض متکلمین کے قول کے(کہ ان کے قول کے مطابق جلانا جائز ہے)(فتاویٰ تاتارخانیہ)

اس کے بعد فتاویٰ تاتارخانیہ میں ورق کی قیمت ہونے نہ ہونے کی صورت میں مٹانے اور دھونے کی وہی گزشتہ تفصیل مذکور ہے۔[1]

ہندیہ، ذخیرہ، مبسوط سرخسی اور تاتارخانیہ کی عبارات سے مندرجہ ذیل چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......قرآنی بوسیدہ اور مقدس اوراق کے مسئلہ کی تخریج مشائخِ حنفیہ سے امام محمد رحمہ اللہ کے مالِ غنیمت میں حاصل شدہ مصاحف ورسائل سے کی ہے۔

(2)......مٹانے کے بعد جلانا واجب نہیں، بلکہ اختیار ہے۔

(3)......مٹانے کے بعد اگر اس کی کوئی قیمت ہو، خواہ اسی حالت میں یا کوئی تدبیر کرکے، تو اس کو حسبِ منشاء جائز استعمال میں لانا اور جائز تملیک وتملک وغیرہ جائز ہے۔

---

[1] چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ کی تفصیلی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

قال محمد إذا أصاب المسلمون الغنائم، وكان فيما أصابوا مصحف فيه شىء من كتب اليهود والنصارى لا يدرى أن فيه توراة أو زبورا أو إنجيلا أو كفرا، فإنه لا ينبغى للإمام أن يقسم ذلك فى غنائم المسلمين مخافة ان يقع فى سهم رجل من المسلمين لايبالى من يبيعه من المشركين، وبيعه من المشركين مكروه، اذا كان لايدرى ان المكتوب فيه كفر او غير ذلك ،ولا ينبغى أن يحرق بالنار مخافة ان يكون المكتوب فيه شيئ من اسماء الله تعالىٰ ، واحراق مكتوب فيه اسم من اسماء الله تعالىٰ مكروه.

قالوا :وتصير هذه المسألة رواية عن علمائنا فى المصحف إذا خلق وتعذرت القرائة منه أن لا يحرق بالنار خلافا لما قاله بعض المتكلمين.

وإذا كره إحراقه ينظربعد هذا، إن كان لورقه قيمة وينتفع به بعد المحو والغسل بأن كان مكتوبا على جلد مدبوغ أو ما أشبه ذلك فإنه يمحى ويجعل الورق فى الغنيمة ، وان لم يكن لورقه قيمة ولاينتفع به بعد المحو بان كان مكتوبا على الكاغذ يغسل .

وهل يدفن وهو علىٰ حاله؟إن كان موضعا لا يتوهم وصول يد الكفرة إليه يدفن، وإن كان موضعا يتوهم وصول يد الكفرة إليه لا يدفن مخافة ان يطلبوه ويخرجوه وياخذوا بما فيه فيزيدهم ضلالا الىٰ ضلال،وإن أراد الإمام بيعه من رجل مسلم، فإن كان الرجل الذى يريد شراء ه ممن يخاف عليه أن يبيعه من المشركين رغبة منه فى المال يكره بيعه، وإن كان موثوقا به، ويعلم أنه لا يبيعه من المشركين، فلا بأس ببيعه (الفتاوىٰ التاتارخانية، ج۵ ص ۳۱۴، كتاب السير، الفصل الثانى والعشرون فى قسمة الغنائم والمسائل المختصة بها،نوع آخر فى بيان مايكره قسمته بما مما يؤخذ من الغنيمة ومالا يكره)

النہرُ الفائق کا حوالہ

اور علامہ ابنِ نجیم حنفی نے بھی ''النہرالفائق'' میں فتاویٰ تاتارخانیہ کی مندرجہ بالا عبارت کو نقل کیا ہے۔ [1]

مندرجہ بالاعبارات سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں حاصل شدہ مصاحف کے مسئلہ کے اصل مآخذ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بوسیدہ قرآن مجید اور مقدس اوراق ورسائل کا حکم اس سلسلہ میں حنفیہ کے نزدیک یکساں ہے کہ ان سے کسی طرح نقوش وحروف مٹانے کے بعد اگر کاغذ کو کارآمد بنایا جاسکتا ہو، تو وہ جائز ہے، اور کاغذ کی ری سائیکلنگ (Recycling) میں بھی کاغذ کو کارآمد بنایا جاتا ہے، جو کہ موجودہ دور کی ایک جدید شکل ہے، جس کا پہلے زمانوں میں وجود نہیں تھا۔

اور بعض علماء کا سابق فقہائے کرام سے بعینہٖ اس شکل کا متلاشی رہنا فقہی اصولوں سے مَیل نہیں کھاتا، کیونکہ حکم کا اصل مدار علت پر ہوا کرتا ہے، جو مذکورہ صورت میں موجود ہے۔

اور آج کل جو بعض علماء قابلِ استعمال نہ رہنے اور بوسیدہ اوراق کے بارے میں قرآنی اوراق اور دیگر مقدس اوراق کے تلف کرنے کے طریقوں میں فرق کرتے ہیں، یہ فرق حنفیہ کے اس مسئلہ کی اصل تخریج سے ثابت نہیں ہوسکا، جیسا کہ ظاہر ہوا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ ہی کا ایک اور حوالہ

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

وفی مسائل الملتقط: ورسائل تستغنی عنها، وفیها اسم الله تعالیٰ یمحیٰ، ثم یلقی فی الماء الکثیر، واتخذ منه قراطیس کان افضل (الفتاویٰ التاتارخانیة، ج۱۸ ص۶۹، کتاب الکراهیة، الفصل فی المسجد والقبلة وغیرها)

---

[1] ولو کان فیما أصابوه مصحفا فیه شیء من کتب الیهود والنصاری لا یدری أفیه شیء من الکتب السماویة أو کفر لا یدخله الإمام الغنیمة للقسمة مخافة أن یقع فی سهم رجل فیبیعه من المشرکین وذلک مکروه، ولا ینبغی أن یحرق مخافة أن یکون فیه شیء من أسماء الله تعالی.

قالوا :وتصیر هذه المسألة روایة عن الأصحاب فی المصحف إذا خلق بحیث لا یقرأ فیه أن لا یحرق بالنار.

وإذا کره إحراقه ینظر إن کان لورقه قیمة وینتفع به بعد المحو بالغسل بأن کان مکتوبا علی جلد مدبوغ أو ما أشبه ذلک فإنه یمحی ویجعل الورق فی الغنیمة وإلا یغسل ویدفن وهو علی کل حال إن کان لا یتوهم وصول الکفرة إلیه یدفن وإن توهم لا یدفن کذا فی التاتارخانیة (النهر الفائق شرح کنز الدقائق، لسراج الدین عمر بن إبراهیم بن نجیم الحنفی، ج۳، ص۲۱۰، کتاب الجهاد، باب الغنائم وقسمتها)

Idara Ghufran

ترجمہ: اور مسائلِ ملتقط میں ہے کہ جن (دینی) رسائل کی ضرورت نہ رہے، اوران میں اللہ تعالیٰ کا نام ہو، تو اس کو مٹادیا جائے گا، پھر کثیر پانی میں ڈال دیا جائے گا، اوراس سے کاغذ بنالینا افضل ہوگا (فتاویٰ تاتارخانیہ)

نصابُ الاحتساب کا حوالہ

اوراس سے ملتا جلتا مضمون نصابُ الاحتساب میں بھی ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

وفی وصایا الملتقط :کتب ورسائل یستغنی عنها وفیها اسم الله تعالی یمحی عنها ثم یلقی فی الماء الکثیر الجاری أو یدفن فی أرض طیبة أو یفعل ذلک قبل المحو ولا یحرق بالنار.

کذا روی عن محمد بن مقاتل الرازی .فعلی هذا لو غسلها بالماء الکثیر الجاری واتخذ منه قراطیس کان أفضل (نِصَابُ الِاحتِسَابِ،ص۹۵،البَابُ الثَّانِی الاحتساب علی من یستخف بالحروف والکواغد ونحوها)

ترجمہ: وصایا ملتقط میں ہے کہ جن کتب ورسائل کی ضرورت نہ رہے، اوران میں اللہ تعالیٰ کے مبارک نام ہوں، تو ان کو مٹا کر کثیر اور چلتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا پاک زمین میں دفن کردیا جائے گا، یا مٹانے سے پہلے یہ عمل کرلیا جائے گا (یعنی مٹائے بغیر اسی حالت میں کثیر اور چلتے پانی میں ڈال دیا جائے گا، یا پاک زمین میں دفن کردیا جائے گا) لیکن (مٹانے سے پہلے) جلایا نہیں جائے گا۔

محمد بن مقاتل رازی سے اسی طرح مروی ہے، پس اس تفصیل کے مطابق اگراس کو کثیر چلتے پانی میں دھودیا جائے، اور (دھونے کے بعد) کاغذ بنالیا جائے، تو یہ (صورت دوسری مذکورہ صورتوں کے مقابلہ میں) افضل ہے (نصاب الاحتساب)

اس عبارت میں تدفین کے ساتھ کثیر جاری پانی میں بہانے اور پاک جاری پانی سے مٹا کر کاغذ بنانے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ اختیار دیا گیا ہے، بلکہ کاغذ بنالینے کی صورت کو افضل بھی قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ عبارات میں اس تحریر کو مٹا کر اور پاک پانی سے دھو کر کاغذ بنانے کے افضل ہونے کی وجہ اس کو بے حرمتی سے بچانا اور مال کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنا ہے، جس میں ری سائیکلنگ (Recycling)

کر کے باریک کاغذ کے ساتھ ساتھ موٹا کاغذ یعنی گتہ بنانے کا طریقہ بھی داخل ہے۔

کثیر اور چلتے پانی کی قید اس لئے ہے تاکہ مقدس اوراق سے خارج ہونے والی روشنائی گندی وناپاک جگہ نہ پڑے، کیونکہ نقوش وحروف کا اصل ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس کے ادب کا حکم ہے، اگرچہ حروف ونقوش کے مٹ جانے کے بعد خالی رہ جانے والے کاغذ اور تختی کا وہ سابق ادب نہ ہو، البتہ کاغذ ہونے کی حیثیت سے ادب باقی ہو، جس کی تفصیل اور توضیح دوسری عبارات میں آئی ہے، اور وہ عبارات آگے آتی ہیں۔

بحر، بنایہ، قاضی خان اور شرنبلالیہ کا حوالہ

تکملۃ البحر الرائق، البنایۃ شرح الہدایہ، فتاویٰ قاضی خان اور حاشیۃ الشرنبلالیۃ میں بھی اسی طرح ہے، اور ان کتب میں نقوش وحروف مٹانے کے بعد کاغذ کو جلانے کی اجازت نہ کہ وجوب کا بھی ذکر ہے۔ [1]

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مشائخ حنفیہ کے نزدیک قرآن مجید اور دیگر مقدس اوراق اور دینی کتب ومواد کو مٹانے سے پہلے جلانا مناسب نہیں، البتہ مٹانے کے بعد جلانا درست ہے، اور مٹانے سے پہلے کثیر اور چلتے پانی مثلاً دریا کے صاف پانی میں بہانا یا پاک وصاف جگہ دفن کرنا بھی جائز ہے، اور حروف ونقوش

---

[1] والكتب التى فيها الرسل، وفيها اسم الله ويستغنى عنها صاحبها بحيث أن لا يقرأها واجب محو ما فيها من اسم الله ولم يحفر لها ويلقيها فى الماء الجارى الكثير فلا بأس به وإن لم يفعل ودفنها فى أرض طاهرة ولا ينالها قذر كان حسنا.

ولا يجوز أن يحرقها بالنار حتى يمحو ما كان من أسماء الله تعالى وأسماء رسله وملائكته (تكملة البحر الرائق للطورى، ج٨، ص ٥١٨، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة)

وفى "جامع شمس الأئمة :"الرسائل والآثار والكتب التى لا منفعة فيها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله، ويحرق بالنار فلو ألقاها فى الماء الجارى أو دفنها لا بأس به.

والدفن أحسن كما فى الأنبياء والأولياء إذا ماتوا، وكذا جميع الكتب إذا بليت وخرجت عن الانتفاع (البناية شرح الهداية، ج١٢، ص ٢٣٨، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة)

و إن كانت كتب الرسائل و فيها اسم الله تعالى و استغنى عنها صاحبها و يجب ألا تقرأ قالوا أحب إلينا أن يمحى ما كان فيها من اسم الله تعالى ثم يحرقها أو يرميها فى الماء الجارى الكثير فإن دفنها فى الأرض الطاهرة لا ينالها كان ذلك حسنا و لا أحب أن يحرقها بالنار ما لم يمح ما كان فيها من اسم الله تعالى و الأنبياء و الملائكة (فتاوىٰ قاضى خان، ج٣، ص ٣١٦، كتاب الوصايا)

وإذا صار خلقا بحيث لا يقرأ فيه يجعل فى خريطة ويدفن كالمسلم كذا فى البزازية، وقال فى غيرها يغسل فى ماء جار ولا يحرق .اهـ.(حاشية الشرنبلالى علىٰ درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج١، ص ٣١٩، كتاب الكراهية والاستحسان)

کو پاک وصاف جاری پانی وغیرہ سے دھوکر یعنی مٹاکر دوبارہ کاغذ بنانا یعنی اس کی ری سائیکلنگ (Recycling) کرنانہ صرف یہ کہ جائز بلکہ افضل صورت ہے۔

خواہ اس کا باریک کاغذ بنایا جائے، یا موٹا کاغذ بنایا جائے، جس کو گتہ کہا جاتا ہے، اور خواہ اس کاغذ پر دوبارہ دینی مضامین کی اشاعت کی جائے، اور اس گتہ کو دینی کتب کی جلد بندی میں استعمال کیا جائے، یا پھر دیگر جائز ومفید مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے، بہرحال جائز ہے، اگرچہ دینی مقاصد کے لئے استعمال زیادہ بہتر اور ادب کے زیادہ لائق ہے، مگر ضروری نہیں، کیونکہ مذکورہ صورت میں کاغذ کے خالی ہوجانے اور ماہیت بدل جانے کے بعد بے حرمتی سے حفاظت کے ساتھ مال کے ضیاع سے بھی حفاظت بلکہ اس سے انتفاع پایا جاتا ہے، جبکہ دیگر صورتوں میں یہ دونوں مقاصد اعلیٰ طریقہ پر حاصل ہونا مشکل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کئی فقہی کتابوں میں صراحتاً اس صورت کا جواز مذکور ہے۔

بحر شرح کنز کا حوالہ

چنانچہ کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں ہے:

محا لوحا یکتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا یجوز (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۱، ص ۲۱۳، باب الحیض)

ترجمہ: جس تختی پر قرآن کو لکھا جاتا ہے، اس کو مٹا دیا جائے اور اس کو دنیا کے (جائز) کاموں میں استعمال کیا جائے، تو جائز ہے (بحر)

فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولو محا لوحا کتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا یجوز (الفتاوی الهندیة، ج۵، ص ۳۲۲، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف وما کتب فیه شیء من القرآن)

ترجمہ: اور اگر اس تختی کو مٹادے، جس پر قرآن لکھا ہوا ہے، اور اس کو دنیا کے کام میں استعمال کرے، تو جائز ہے (ہندیہ)

مذکورہ دونوں عبارات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جن تختیوں وغیرہ پر قرآن لکھا اور چھاپا جاتا ہے، ان

سے قرآن کے نقوش وحروف کو مٹا کر ان تختیوں وغیرہ کو دنیا کے کاموں میں استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ حروف ونقوش کے مٹ جانے کے بعد اس کو کسی مکتوب کا حکم حاصل نہیں، بلکہ خالی تختی کا حکم حاصل ہے، اور نقوش وحروف مٹ جانے کے بعد اس تختی کی ماہیت برقرار رہتے ہوئے بھی اسے دنیا کے کام میں استعمال کرنے کی صراحتاً جواز ہے، چہ جائیکہ اس کی ماہیت ہی تبدیل ہوجائے، جیسے موجودہ دور میں کاغذ کی ری سائیکلینگ کے بعد ماہیت تبدیل ہونے کی وجہ سے حکم تبدیل ہوجاتا ہے۔

پہلے زمانے میں آج کل کی طرح پکی لکھائی اور چھپائی کا وجود نہیں تھا، اور کچی لکھائی ہوتی تھی، اور مروجہ کاغذوں کا بھی وجود کمیاب تھا، اور زیادہ تر لکڑی، چمڑے وغیرہ کی تختیوں پر لکھائی ہوتی تھی، جن کو بعد میں مٹا کر دوبارہ قابلِ استعمال بنایا جاسکتا تھا، اور آج کل ان چیزوں کے بجائے کاغذ کا استعمال زیادہ ہوتا ہے، اور اس کاغذ سے لکھائی کو مٹا کر اس کو دوبارہ قابلِ استعمال بنانے کی موجودہ دور میں ایک جدید شکل ری سائیکلنگ (Recycling) کرنا ہے، جس کے فی نفسہٖ جواز میں اہلِ علم حضرات کا شبہ کرنا درست نہیں۔ [1]

ردُّ المحتار کا حوالہ

اور ردالمحتار میں ہے کہ:

---

[1] اور اگر روشنائی مٹائے بغیر کسی دوسری روشنائی وغیرہ کو اوپر پھیر کر لکھائی کو اس طرح ختم کردیا جائے کہ وہ پڑھی نہ جاسکے، تو بھی اس کو محو اور مٹانے کا حکم حاصل ہونے کا امکان ہے، جیسا کہ علامہ شامی کی درجِ ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

(قوله :فی کاغد) هو القرطاس معربا قاموس، وهو بفتح الغین المعجمة کما نقل عن المصباح(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱،ص ۱۷۸، کتاب الطهارة،سنن الغسل)

المصحف وهو القرطاس الذی کتب علیه نقوش وضع للدلالة علی ألفاظ القران(التفسیر المظهری، ج۹،ص ۱۸۲،تفسیر سورة الواقعة)

قوله " :کأنهم القراطیس جمع قرطاس، وهو الصحیفة، والعرب تسمی الصحیفة :قرطاسا من أی نوع کانت ، وفی هذا الحدیث دلیل علی أن القرطاس لا یکون إلا أبیض؛ لتشبیهه إیاهم بعد خروجهم واغتسالهم بها لزوال السواد عنهم، وکان للنبی -صلی الله علیه وسلم -فرس یقال له :القرطاس؛ لبیاضه، وأما هذه القراطیس الکاغد المستعملة الیوم فلم تکن موجودة، وإنما أحدثت بعد ذلک بمدة، علی ما ذکره أصحاب الأخبار(مطالع الأنوار علی صحاح الآثار،إبراهیم بن یوسف بن أدهم الوهرانی الحمزی، أبو إسحاق ابن قرقول ،المتوفی569 :هـ)

(قوله :فیجوز محوه)المحو :إذهاب الأثر کما فی القاموس .قال ط :وهل إذا طمس الحروف بنحو حبر یعد محوا یحرر(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱،ص ۱۷۸، کتاب الطهارة،سنن الغسل)

ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبى -عليه الصلاة والسلام -يجوز محوه ليلف فيه شىء (رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص٣٨٧، كتاب الحظر والإباحة،فصل فى البيع)

ترجمہ: اور اگر اس (کاغذ) میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام ہو، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ہو، تو اس کو اس لئے مٹانا جائز ہے، تاکہ اس کاغذ میں کوئی چیز لپیٹی جاسکے (ردالمحتار)

البحرالرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں بھی اسی طرح سے ہے۔ [1]

اللہ اور اس کے رسول کے مبارک ناموں کے لکھے ہوئے ہونے کی صورت میں اس کاغذ کے اندر کوئی چیز لپیٹنا مکروہ ہے، لیکن اس سے نقوش وحروف کو مٹانے کے بعد مکروہ نہیں۔

کاغذ میں کوئی چیز لپیٹنا بھی دنیا کے کاموں میں سے ایک کام ہے، اور ان عبارات میں اگرچہ اللہ اور اس کے رسول کے نام لکھے ہوئے ہونے کا ذکر ہے، قرآن مجید کے لکھے ہوئے ہونے کا ذکر نہیں، لیکن اس سے پہلی عبارات میں صراحت کے ساتھ قرآن کے لکھے ہوئے ہونے کا اور اس کو مٹا کر دنیا کے امور میں استعمال کے جائز ہونے کا ذکر ہے۔

اور اس وقت ہمارے زیرِ بحث مقدس اوراق، قرآن مجید کے وہ نسخے اور اوراق ہیں، جن سے استفادہ مشکل ہو، یا ان کی ضرورت نہ رہی ہو، اور ان نسخوں یا اوراق کی ری سائیکلنگ کر کے ان کو گتہ یا کاغذ کی شکل میں دوبارہ استعمال کرنے کی صورت سادہ طریقہ پر مٹا کر اس کاغذ کو بعینہٖ استعمال کرنے سے ہلکی ہے، کیونکہ ری سائیکلنگ میں گودا ہونے پر کاغذ کی ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے، جبکہ سادہ طریقہ پر مٹانے میں کاغذ کی ماہیت تبدیل نہیں ہوتی، اگرچہ مکتوب کی حیثیت سے ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے کہ پہلے اس پر نقوش وحروف ہونے کی وجہ سے وہ مکتوب کہلایا جاتا تھا، اور حروف ونقوش مٹنے کے بعد مکتوب کے بجائے سادہ کاغذ شمار ہوتا ہے، یہ بھی صفت کی تبدیلی ہے، جو کہ انقلابِ ماہیت یا استحالہ کی شکل ہے۔

---

[1] ولا يجوز لف شىء فى كاغد فيه مكتوب من الفقه وفى الكلام الأولى أن لا يفعل وفى كتب الطب يجوز ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبى -عليه السلام -فيجوز محوه ليلف فيه شىء (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج١، ص٢١٢، باب الحيض)

ولا يجوز لف شىء فى كاغذ فيه مكتوب من الفقه، وفى الكلام الأولى أن لا يفعل، وفى كتب الطب يجوز، ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبى -صلى الله عليه وآله وسلم -، ويجوز محوه ليلف فيه شىء، كذا فى القنية(الفتاوى الهندية، ج٥، ص٣٢٢، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شىء من القرآن)

Idara Ghufran

جس کی تائید حنفیہ کے اس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے، جس سے اس مسئلہ کو اخذ کیا گیا ہے، یعنی امام محمد رحمہ اللہ کے مالِ غنیمت کے مسئلہ سے، جس میں مٹانے کے بعد اس کو مالِ غنیمت میں تقسیم کرنے کی اجازت منقول ہے، اور مالِ غنیمت کے طور پر مالک ہونے کے بعد مالک کو اپنے جائز تصرف میں لانے کا اختیار ہے، جس طرح کہ دیگر اشیاء کو۔

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک قرآن مجید یا مقدس اوراق سے لکھائی کو مٹائے بغیر جلانا مکروہ ہے، ان کے نزدیک لکھائی کو مٹانے کے بعد اس کاغذ کو جلانے میں کراہت نہیں، کیونکہ حروف ونقوش مٹنے کے بعد اس کا سابقہ حکم بدل چکا، اور اب اس کاغذ کو جلانے میں ان کے نزدیک بھی قرآن کی بے ادبی کا عنصر شامل نہیں رہا۔ [1]

اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اصل قرآن، اللہ کے کلام کا نام ہے، جو نقوش وحروف اور کتابت کی شکل میں کاغذوں اور صحیفوں میں لکھا جاتا ہے، خالی کاغذ اور صحیفہ کا نام نہیں، اور کاغذ یا صحیفہ کا یہ مخصوص احترام قرآن کے ان نقوش وحروف کی بناء پر ہی ہے، اور کاغذ پر کبھی مصحف اور کبھی اور چیز لکھی جاتی ہے، اور کبھی ایک چیز لکھ کر مٹا دی جاتی ہے، اور دوسری چیز لکھ دی جاتی ہے، اور جس وقت جو چیز لکھی ہوئی ہو، وہی کہلاتی ہے۔ [2]

یہی وجہ ہے کہ احادیث وروایات میں قربِ قیامت سے پہلے زمین سے قرآن کو اٹھا لئے جانے کا ذکر ہے، اور قرآن اٹھا لیے جانے سے مراد سینوں اور مصاحف سے نقوش وحروف کا اٹھا لیا جانا ہے، اسی کو

---

[1] وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِوَرَقِهِ قيمة فَلْيَغْسِلْ وَرَقَهُ بِالْمَاءِ حَتَّى يَذْهَبَ الْكِتَابُ ثُمَّ يُحْرِقَهُ بَعْدَ ذَلِكَ إنْ أَحَبَّ .لِأَنَّهُ لَا كِتَابَ فِيهِ ، وَرُبَّمَا يَكُونُ فِي إحْرَاقِهِ بَعْدَ غَسْلِهِ الْمَكْتُوبَ فِيهِ مَعْنَى الْغَيْظِ لَهُمْ ، وَهُمْ الْمُشْرِكُونَ ، فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَفْعَلَهُ .وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَدْفِنَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ قَبْلَ مَحْوِ الْكِتَابِ .

لِأَنَّهُ لَا يَأْمَنُ أَنْ يَطْلُبَهُ الْمُشْرِكُونَ فَيَسْتَخْرِجُوهُ ، وَيَأْخُذُوا بِمَا فِيهِ ، فَيَزِيدُهُمْ ذَلِكَ ضَلَالًا إلَى ضَلَالِهِمْ .وَفِي هَذَا التَّعْلِيلِ إشَارَةٌ إلَى أَنَّهُ إذَا كَانَ يَأْمَنُ ذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَدْفِنَهُ ، فَيَكُونُ دَلِيلًا لِقَوْلِ مَنْ يَقُولُ مِنْ أَصْحَابِنَا فِيمَا إذَا انْقَطَعَ أَوْرَاقُ الْمُصْحَفِ :إنَّهُ لَا بَأْسَ بِدَفْنِهِ فِي مَكَان طَاهِرٍ .

وَالْغَسْلُ بِالْمَاءِ أَحْسَنُ الْوُجُوهِ فِيهِ عَلَى مَا ذَكَرَهُ (شرح السیر الکبیر، شمس الائمۃ السرخسی ج٣، ص٢٣٢، باب ما یحمل علیه الفیء وما یرکبه الرجل من الدواب وما یجوز فعله بالغنائم فی دار الحرب من القسمۃ وغیر ذلک)

[2] الکتابة مما یتکرر ویکتب ثم یمحی ثم یکتب کذا فی فتاوی قاضی خان (الفتاویٰ الهندیة، ج ٤، ص ٨٦، کتاب الدعویٰ، الباب التاسع، الفصل الثانی)

قرآن اٹھالیے جانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [1]

نیز بعض فقہائے کرام قرآنی مصاحف کی جلد اور خالی کاغذ کو بحالتِ حدث چھونے کے جواز کے قائل ہیں، اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ حقیقت میں وہ قرآن نہیں، لیکن اکثر فقہائے کرام نے مکتوب قرآن کے تابع اور اس کا حریم ہونے کی وجہ سے اس کو چھونے اجازت نہیں دی۔ [2]

توجب مصحف کی جلد اور خالی کاغذ کو کتابت اور نقوش وحروف والے حصہ کی وجہ سے مخصوص احترام کا درجہ

---

[1] عن حذیفة بن الیمان، قال :قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم " :-یدرس الإسلام کما یدرس وشی الثوب، حتی لا یدری ما صیام ولا صلاة ولا نسک ولا صدقة .ولیسری علی کتاب الله عز وجل فی لیلة، فلا یبقی فی الأرض منه آیة(سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۴۰۴۹)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح(حاشیة سنن ابنِ ماجه)

عن أبی هریرة، عن النبی -صلی الله علیه وسلم-قال" :لا تقوم الساعة حتی تبعث ریح حمراء من قبل الیمن، فیکفت بها الله کل نفس تؤمن بالله والیوم الاخر، وما ینکرها الناس -من قلة من یموت فیها :مات شیخ من بنی فلان، وماتت عجوز من بنی فلان، ویسری علی کتاب الله فیرفع إلی السماء فلا یبقی فی الأرض منه آیة(موارد الظمآن، رقم الحدیث ۱۹۱۵،باب قبض روح کل مؤمن، ورفع القرآن)

قال حسین سلیم اسد الدارانی:اسناده جید(حاشیة موارد الظمآن)

عن عبد العزیز بن رفیع، قال :سمعت شداد بن معقل، صاحب هذه الدار، یقول :سمعت عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، یقول :إن أول ما تفقدون من دینکم الأمانة، وآخر ما یبقی الصلاة، وأن هذا القرآن الذی بین أظهرکم یوشک أن یرفع ، قالوا :وکیف یرفع وقد أثبته الله فی قلوبنا وأثبتناه فی مصاحفنا؟ قال :یسری علیه لیلة فیذهب ما فی قلوبکم وما فی مصاحفکم ، ثم قرأ :(ولئن شئنا لنذهبن بالذی أوحینا إلیک)(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۵۳۸)

قال الذهبی فی التلخیص:صحیح.

عن شداد بن معقل، قال الثوری :وحدثنیه عبد العزیز بن رفیع، عن شداد، أن ابن مسعود، قال : لینتزعن هذا القرآن من بین أظهرکم ، قلت :یا أبا عبد الرحمن، کیف ینتزع وقد أثبتناه فی مصاحفنا؟ قال :یسری علیه فی لیلة فلا یبقی فی قلب عبد ولا مصحف منه شیء ، ویصبح الناس فقراء کالبهائم ، ثم قرأ عبد الله :(ولئن شئنا لنذهبن بالذی أوحینا إلیک ثم لا تجد لک به علینا وکیلا)(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۸۶۹۸)

[2] ذهب جمهور الفقهاء من الحنفیة والمالکیة والشافعیة والحنابلة إلی أنه یمتنع علی غیر المتطهر مس جلد المصحف المتصل، والحواشی التی لا کتابة فیها من أوراق المصحف، والبیاض بین السطور، وکذا ما فیه من صحائف خالیة من الکتابة بالکلیة، وذلک لأنها تابعة للمکتوب وحریم له، وحریم الشیء تبع له ویأخذ حکمه.وذهب بعض الحنفیة والشافعیة إلی جواز ذلک(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۸ص۷، مادة "مصحف")

حاصل ہے، تو اس کتابت اور نقوش وحروف کے مٹنے یا ختم ہونے کے بعد یہ حکم اٹھ جائے گا۔ ۱؎ وصف کے زوال کی تصریح فقہائے کرام کی تغسیل، تمزیق اور محو والی مثالوں کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

مندرجہ بالا تمام دلائل ونظائر سے معلوم ہوا کہ کسی کاغذ یا لوح وغیرہ سے نقوش وحروف کے مٹنے اور ختم ہونے اور کاغذ کے سادہ حالت میں رہ جانے کے بعد اس کا وصفِ کتابت زائل ہو جاتا ہے، اور فقہائے کرام کے نزدیک اس طرح وصف کے زائل ہونے پر اس کا سابق حکم زائل ہو جاتا ہے۔ ۲؎

اور جب مکتوب کے ساتھ ساتھ کاغذ ہونے کی حیثیت بھی گودا وغیرہ بننے سے ختم ہو جائے، تو پھر اس مواد کو قلبِ ماہیت کا حکم حاصل ہو جائے گا۔ ۳؎

۱؎ ولو محيت أحرف القرآن من اللوح، أو الورق بحيث لا تقرأ لم يحرم مسهما ولا حملهما؛ لأن شأنه انقطاع النسبة عرفا(فتوحات الوهاب بتوضيح شرح منهج الطلاب المعروف بحاشية الجمل، ج ۱، ص ۷۶، كتاب الطهارة، باب الأحداث)

۲؎ زوال الوصف كزوال العين(رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۳۰۲، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

فعرفنا أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها، لأنه استحال بطبعه وصورته(شرح النقاية، لعلى بن سلطان محمد القارى، ج ۱، ص ۱۶۶، باب الأنجاس)

۳؎ الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة وتنتفى الحقيقة بانتفاء بعض أجزاء مفهومها فكيف بالكل(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۱، ص ۲۳۹، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

التحول فى اللغة مصدر تحول، ومعناه :التنقل من موضع إلى آخر، ومن معانيه أيضا :الزوال، كما يقال: تحول عن الشىء أى :زال عنه إلى غيره.

وكذلك :التغير والتبدل .والتحويل مصدر حول، وهو :النقل، فالتحول مطاوع وأثر للتحويل.

ويقصد الفقهاء بالتحول ما يقصد به فى اللغة.

الألفاظ ذات الصلة:

الاستحالة:من معانى الاستحالة لغة :تغير الشىء عن طبعه ووصفه، أو عدم الإمكان .

فالاستحالة قد تكون بمعنى التحول، كاستحالة الأعيان النجسة من العذرة والخمر والخنزير وتحولها عن أعيانها وتغير أوصافها، وذلك بالاحتراق، أو بالتخليل، أو بالوقوع فى شىء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۰، ص ۲۷۸، ماده، تحول)

ذهب الحنفية والمالكية، وهو رواية عن أحمد إلى :أن نجس العين يطهر بالاستحالة، فرماد النجس لا يكون نجسا، ولا يعتبر نجسا ملح كان حمارا أو خنزيرا أو غيرهما، ولا نجس وقع فى بئر فصار طينا، وكذلك الخمر إذا صارت خلا سواء بنفسها أو بفعل إنسان أو غيره، لانقلاب العين، ولأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، فينتفى بانتفائها .فإذا صار العظم واللحم ملحا أخذا حكم الملح؛ لأن الملح غير العظم واللحم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق تو بہت سی چیزوں میں جہات وحیثیات کے تبدیل ہوجانے سے بھی حکم تبدیل ہوجاتا ہے۔

چنانچہ سب جانتے ہیں کہ شرعی مسجد میں بچھی ہوئی جانمازوں، فرش اور درودیوار وغیرہ قابلِ احترام چیزیں ہیں، لیکن مسجد کی وقف شدہ جن چیزوں کی مسجد کو ضرورت نہ رہے، یا وہ بوسیدہ اور پرانی ہوجائیں، مثلاً جائے نماز، قالین، مسجد کی اینٹیں، فرش کا پتھر وغیرہ، ان کے بارے میں بعض فقہائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ یہ چیزیں وقف کرنے والے کی ملکیت میں لوٹ آتی ہیں، اور اس کو ان میں حسبِ منشا جائز تصرف اور تملیک وتملّک کا حق حاصل ہوتا ہے۔

اور بعض فقہائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ یہ چیزیں اگرچہ وقف کرنے والے کی ملکیت میں لوٹ کر نہیں آتیں، لیکن ان کے نزدیک بھی ان چیزوں کو فروخت کرکے ان کی قیمت کو مسجد کی مصالح وضروریات میں خرچ کرنا جائز ہوتا ہے۔

اور اگر کسی حیثیت سے قابلِ استعمال نہ رہیں، تو ان کو جلانا بھی جائز ہوتا ہے۔

کیونکہ قابلِ استعمال نہ رہنے، یا ملکیت تبدیل ہوجانے وغیرہ کی وجہ سے اب ان چیزوں کا سابقہ حکم بدل چکا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ونظائر ذلک فی الشرع کثیرة منها :العلقة فإنها نجسة، فإذا تحولت إلی المضغة تطهر، والعصیر طاهر فإذا تحول خمرا ینجس .فیتبین من هذا :أن استحالة العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیها(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۰، ص۲۷۸، ماده، تحول)

[1] رجل بسط من ماله حصیرا للمسجد فخرب المسجد ووقع الاستغناء عنه فإن ذلک یکون له إن کان حیا ولورثته إن کان میتا وإن بلی ذلک کان له أن یبیع ویشتری بثمنه حصیرا آخر وکذا لو اشتری حشیشا أو قندیلا فوقع الاستغناء عنه کان ذلک له إن کان حیا ولورثته إن کان میتا وعند أبی یوسف یباع ذلک ویصرف ثمنه إلی حوائج المسجد فإن استغنی عنه هذا المسجد یحول إلی مسجد آخر والفتوی علی قول محمد (البحر الرائق، ج۵، ص ۲۷۳، کتاب الوقف)

(ولو اشتری حصر المسجد، أو حشیشا فوقع الاستغناء عنه کان له أن یصنع به ما شاء وأبو یوسف -رحمه الله -یقول إذا تم زوال العین عن ملکه وصار خالصا لله تعالی فلا یعود إلی ملکه بحال (المبسوط للسرخسی، ج۱۲، ص ۴۵، کتاب الوقف)

وإن استغنی عن حصر المسجد وخشبه وحنفیته نقل إلی مسجد آخر عند أبی یوسف، وقال بعضهم یباع ویصرف فی مصالح المسجد (الجوهرة النیرة، ج۱، ص ۳۳۸، کتاب الغضب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی چیزوں میں فقہائے کرام نے یہ قید نہیں لگائی کہ اصل مالک یا واقف کی ملکیت میں لوٹنے والے قول کے مطابق مالک پر یا دوسرے قول کے مطابق خریدنے کے بعد خریدار پر ان چیزوں کا احترام اسی طرح واجب ہے، جس طرح مسجد میں استعمال ہونے کی صورت میں واجب تھا، اور عرفِ عام میں بھی دونوں حالات میں ادب ہونے نہ ہونے میں فرق پایا جاتا ہے، اس لئے جب جہت بدلنے سے فرق آجاتا ہے، تو زوالِ وصف سے کیونکر فرق پیدا نہ ہوگا۔

نوادرُ الاصول اور تفسیرِ قرطبی کا حوالہ

مگر یہ بات ملحوظ رہے کہ قرآن مجید کے نقوش وحروف کو مٹاتے وقت غلیظ اور ناپاک پانی اور ناپاک جگہ میں اس پانی کو گرانے اور اس پانی کو پیروں تلے روندنا جائز نہیں۔

چنانچہ نوادرُ الاصول میں ہے کہ:

وأن لا يمحوه من اللوح بالبزاق ولكن يغسله بالماء وإذا غسله بالماء أن يتوقى النجاسات من المواضع والمواقع التى توطأ فإن لتلك الغسالة حرمة وأن من كان قبلنا من السلف منهم من يستشفى بغسالته .وأن لا يتخذ الصحيفة إذا بليت ودرست وقاية للكتب فإن ذلك جفاء عظيم ولكن يمحوها بالماء (نوادر الأصول فى أحاديث الرسول،للحكيم الترمذى، ج۳،ص ۱۶۹،الأصل الثالث والخمسون والمائتان)

ترجمہ: اور (قرآن مجید کے احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ) اس کو تختی وغیرہ سے تھوک کے ذریعہ نہ مٹائے، بلکہ اس کو پانی سے دھو کر مٹائے، اور جب اس کو پانی سے دھو کر مٹائے، تو نجاست والے مقامات اور روندے جانے والے مواقع (میں یہ پانی بہانے) سے بچا جائے، کیونکہ اس پانی کا احترام ہے، اور ہم سے پہلے بعض بزرگ قرآن مجید دھوئے ہوئے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأصح جواز بيع حصر المسجد الموقوفة إذا بليت، وجذوعه إذا انكسرت، ولم تصلح إلا للإحراق، لئلا تضيع ويضيق المكان به من غير فائدة، فتحصيل نزر يسير من ثمنها يعود إلى الوقف أولى من ضياعها، ولا تدخل تصفيتها تحت بيع الوقف؛ لأنها صارت فى حكم المعدومة، ويصرف ثمنها فى مصالح المسجد .فإن صلحت لغير الإحراق كاتخاذ ألواح أو أبواب منها، فلا تباع قطعا (الفقه الاسلامى و ادلته، ج ۱۰، ص ۷۶۷۹، القسم السادس،الباب الخامس،الفصل الثامن: استبدال الوقف وبيعه حالة الخراب)

پانی سے شفا حاصل کیا کرتے تھے۔

اور احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ جب قرآن مجید کا نسخہ پرانا اور بوسیدہ ہو جائے، تو اسے کتابوں کو (پکڑنے اور حفاظت کرنے کے لئے) ڈھال نہ بنایا جائے، کیونکہ یہ ظلمِ عظیم ہے، بلکہ اس قرآن مجید کے نقوش وحروف کو پانی سے دھولیا جائے (پھر نقوش مٹنے کے بعد اس کاغذ کو جائز مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ پہلے متعدد عبارات میں صراحتاً گزرا) (نوادرالاصول)

تفسیر قرطبی میں بھی اسی طریقہ سے ہے۔ [1]

اور قرآن مجید کے غسالہ سے شفاء حاصل کرنے کے عمل کو عربی زبان میں ''النشرۃ'' کہا جاتا ہے، جس کے جائز ہونے کے متعدد فقہائے کرام قائل ہیں۔ [2]

---

[1] ملحوظ رہے کہ مندرجہ بالا عبارت میں اور اسی طریقہ سے قرطبی کی درج ذیل عبارت میں قرآن مجید کے بوسیدہ ہونے کے بعد اس کو کتابوں کے لپیٹنے کے لئے استعمال کرنے کو توظلمِ عظیم بتایا گیا ہے، لیکن دھو کر لکھائی مٹنے کے بعد اس میں کوئی چیز لپیٹنے کی ممانعت کا ذکر نہیں۔

اور نقوش وحروف مٹنے کے بعد دیگر متعدد عبارات میں لپیٹنے اور دنیا کے کاموں میں استعمال کرنے کے جواز کی صراحت ہے، لہٰذا ری سائیکلنگ (Recycling) کے بعد جبکہ نقوش وحروف مٹ جاتے ہیں، اور ماہیت بھی تبدیل ہو جاتی ہے، اس سے گتہ وغیرہ بنانے کی ممانعت کو سمجھنا سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اسی وجہ سے اس مسئلہ کو بیان کرتے وقت فقہائے کرام نے غسالہ کے مخصوص ادب کا تو ذکر فرمایا ہے، لیکن جس تختی یا کاغذ سے اس غسالہ کو جدا کیا گیا، حروف ونقوش مٹنے کے بعد اس کے مخصوص ادب واحترام کے بجائے اس کے دنیا کے کاموں میں استعمال کا جواز بیان کیا گیا، اور ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں غسالہ کے بجائے ماہیت تبدیل شدہ گودا یا اس سے تیار شدہ گتہ و کاغذ ہے۔

وبينهما فرق عظيم كما لايخفى علىٰ اهل العلم. وكماقال الفقهاء "محا لوحا يكتب فيه القرآن واستعمله فى أمر الدنيا يجوز".

ومن حرمته ألا يمحوه من اللوح بالبصاق ولكن يغسله بالماء. ومن حرمته إذا غسل بالماء أن يتوقى النجاسات من المواضع، والماقع التى توطأ، فإن لتلك الغسالة حرمة.

وكان من قبلنا من السلف منهم من يستشفى بغسالته.

ومن حرمته ألا يتخذ الصحيفة إذا بليت ودرست وقاية للكتب، فإن ذلك جفاء عظيم، ولكن يمحوها بالماء (تفسير القرطبى، ج ١، ص ٢٨، باب ما يلزم قارء القرآن وحامله من تعظيم القرآن وحرمته)

[2] اختلف العلماء فى النشرة وهى أن يكتب شيئا من أسماء الله أو من القرآن ثم يغسله بالماء ثم يمسح به المريض أو يسقيه، فأجازها سعيد بن المسيب، قيل: الرجل يؤخذ عن امرأته أيحل عنه وينشر؟ قال: لا بأس به، وما ينفع لم ينه عنه.

ومن صرح بالجواز الحنابلة وبعض الشافعية منهم العماد النيهى تلميذ البغوى قال: لا يجوز ابتلاع رقعة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور فقہائے کرام نے قرآن مجید کے نقوش وحروف دھوئے ہوئے پانی کو بے ادبی سے بچانے کی یہ صورت تجویز کی ہے کہ اس کو کثیر چلتے پانی میں دھویا جائے، جیسا کہ پہلے گزرا، یا اس کے لئے کوئی بڑا گڑھا کھود کر اس میں وہ پانی جمع کیا جائے، جیسا کہ امام قرطبی نے تفسیر قرطبی میں صراحت فرمائی ہے۔ [1]

لہٰذا جب قرآن مجید کے نسخوں اور مقدس اوراق کو پاک پانی میں حل کر کے ان کا گودا بنایا جائے، تو یہ پاک پانی میں بہانے کی نظیر ہے، جس میں کاغذ کے بہنے کے بعد مآل کے اعتبار سے یہی صورتِ حال ہوتی ہے کہ وہ بھی پانی میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر کاغذ پر کوئی بھی مضمون لکھا ہوا ہو، یا کوئی مضمون لکھا ہوا نہ ہو، بلکہ سادہ حالت میں ہو، مگر قیمتی یا قابلِ کتابت ہو، تو حروف ونقوش اور کاغذ کے آلۂ علم ہونے کی حیثیت سے فی نفسہٖ اس کی گندگی وغیرہ میں پھینک کر بے احترامی درست نہیں ہوتی۔

اسی وجہ سے بہت سے فقہائے کرام نے عام لکھے ہوئے یا سادہ قابلِ کتابت کاغذ سے آب دست (استنجاء) لینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اور حنفیہ کا اس سلسلہ میں کہنا ہے کہ لکھے ہوئے مضمون والا کاغذ حروف کی وجہ سے قابلِ احترام ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے لکھے ہوئے کاغذ سے استنجاء کرنا ممنوع ہو۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فيها آية من القرآن فلو غسلها وشرب ماء ها جاز، وجزم القاضى حسين والرافعى بجواز أكل الأطعمة التى كتب عليها شىء من القرآن قال ابن عبد البر :النشرة من جنس الطب فهى غسالة شىء له فضل، فهى كوضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وقال صلى الله عليه وسلم :لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك ، ومن استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل.

ومنعها الحسن وإبراهيم النخعى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص ٤٠، ماده، قرآن)

[1] ومن حرمته أنه إذا اغتسل بكتابته مستشفيا من سقم ألا يصبه على كناسة، ولا فى موضع نجاسة، ولا على موضع يوطأ، ولكن ناحية من الأرض فى بقعة لا يطؤه الناس، أو يحفر حفيرة فى موضع طاهر حتى ينصب من جسده فى تلك الحفيرة ثم يكبسها، أو فى نهر كبير يختلط بمائه فيجرى(تفسير القرطبى، ج ١، ص ٣٠، باب ما يلزم قارء القرآن وحامله من تعظيم القرآن وحرمته)

[2] اتفق الفقهاء على أنه لا يجوز الاستنجاء بمحترم كالكتب التى فيها ذكر الله تعالى ككتب الحديث والفقه؛ لحرمة الحروف، ولما فى ذلك من هتك الشريعة والاستخفاف بحرمتها .

واختلفوا فى الكتب غير المحترمة، ومثلوا لها بكتب السحر والفلسفة وبالتوراة والإنجيل إذا علم تبدلهما.

فذهب المالكية إلى أنه لا يجوز الاستنجاء بهذه الكتب لحرمة الحروف -أى لشرفها .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

جہاں تک کسی مضمون کے لکھے بغیر خالی کاغذ سے استنجاء کا تعلق ہے، تو حنفیہ کے نزدیک جو کاغذ لکھنے کے کام آ سکتا ہو، اس سے استنجاء کرنا، بلکہ اس سے ہاتھ صاف کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ کاغذ کتابت کا آلہ ہونے کی وجہ سے قابلِ احترام ہے، اور اس میں کاغذ کی بے ادبی اور کاغذ کا ضیاع پایا جاتا ہے۔

لیکن اگر کوئی ردی قسم کا بے وقعت کاغذ ایسا ہو، جو اسی مقصد کے لئے بنا ہوا ہو، اور وہ لکھنے کے لئے کام نہ آتا ہو، جیسا کہ آج کل کا عام ٹشو پیپر (Tissue Paper) تو اس سے استنجاء کرنا مکروہ نہیں، اسے عرفاً بھی کاغذ نہیں سمجھا جاتا، اور کاغذ والے مقاصد اس سے وابستہ نہیں ہوتے، نہ ان مقاصد میں وہ کام آ سکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال إبراهيم اللقانى :محل كون الحروف لها حرمة إذا كانت مكتوبة بالعربى، وإلا فلا حرمة لها إلا إذا كان المكتوب بها من أسماء الله تعالى، وقال على الأجهورى :الحروف لها حرمة سواء كتبت بالعربى أو بغيره .

وقال الحطاب :لا يجوز الاستجمار بالمكتوب ولو كان المكتوب باطلا كالسحر؛ لأن الحرمة للحروف، وأسماء الله تعالى إن كتبت فى أثناء ما تجب إهانته كالتوراة والإنجيل بعد تحريفهما، فيجوز إحراقها وإتلافها، ولا يجوز إهانتها؛ لأن الاستنجاء بهذه الكتب إهانة لمكان ما فيها من أسماء الله تعالى؛ لأنها وإن كانت محرمة فإن حرمة أسماء الله تعالى لا تبدل على وجه .

وذهب الشافعية إلى أن غير المحترم من الكتب ككتب الفلسفة وكذا التوراة والإنجيل إذا علم تبدلهما وخلوهما عن اسم معظم فإنه يجوز الاستنجاء به .

وقال ابن عابدين من الحنفية :نقلوا عندنا أن للحروف حرمة ولو مقطعة، وذكر بعض القراء أن حروف الهجاء قرآن أنزلت على هود عليه السلام، ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٤، ١٨١، مادة "كتاب")

[1] يكره عند الحنفية استعمال الكاغد (الورق) غير المكتوب فيه فى مسح اليدين فى وليمة أو غيرها، إذا كان هذا الورق يصلح للكتابة لكونه للكتابة، أما إذا لم يكن يصلح للكتابة فإنه لا يكره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٥، ٢٧١، مادة "يد")

ويستفاد منه كما صرح به بعض الحنفية والشافعية :أنه يكره الاستنجاء بالورق المجرد، وجوز به إذا كان فيه علم المنطق إذا لم يكن فيه ذكر الله وذكر رسوله، وكذا الشعر المذموم الخالى عن ذكرهما (شرح النقاية للعلى بن سلطان محمد القارى، ج ١، ص ١٧٧)

وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضا لكونه آلة لكتابة العلم، ولذا علله فى التتارخانية بأن تعظيمه من أدب الدين.

وفى كتب الشافعية :لا يجوز بما كتب عليه شىء من العلم المحترم كالحديث والفقه وما كان آلة لذلك. أما غير المحترم كفلسفة وتوراة وإنجيل علم تبدلهما وخلوهما عن اسم معظم فيجوز الاستنجاء به .اهـ. ونقل القهستانى الجواز بكتب الحكميات عن الإسنوى من الشافعية وأقره.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس جو آج کل ہر طرح کے لکھے اور بے لکھے کاغذات کو نالیوں، کوڑیوں اور گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے، یہ بے ادبی میں داخل ہے، اور اس قسم کی بے ادبی سے بچانے کے لئے، حسبِ ضرورت جلانا، دفن کرنا، یا قابلِ استعمال وکارآمد بنانا، اس کا ادب کرنے میں داخل ہے۔ (جاری ہے............)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :لكن نقلوا عندنا أن للحروف حرمة ولو مقطعة .وذكر بعض القراء أن حروف الهجاء قرآن أنزلت على هود -عليه السلام-، ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقا.

وإذا كانت العلة فى الأبيض كونه آلة للكتابة كما ذكرناه يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعا للنجاسة غير متقوم كما قدمناه من جوازه بالخرق البوالى.

وهل إذا كان متقوما ثم قطع منه قطعة لا قيمة لها بعد القطع يكره الاستنجاء بها أم لا؟ الظاهر الثانى؛ لأنه لم يستنج بمتقوم، نعم قطعه لذلك الظاهر كراهته لو بلا عذر، بأن وجد غيره؛ لأن نفس القطع إتلاف -والله تعالى أعلم .

(تنبيه)ينبغى تقييد الكراهة فيما له قيمة بما إذا أدى إلى إتلافه، أما لو استنجى به من بول أو منى مثلا وكان يغسل بعده فلا كراهة إلا إذا كان شيئا ثمينا تنقص قيمته بغسله كما يفعل فى زماننا بخرقة المنى ليلة العرس تأمل (رد المحتار، ج ا، ص ۳۴۰، كتاب الطهارة، باب الانجاس، فصل الاستنجاء)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

موٹرسائیکل اور گاڑی وغیرہ استعمال کرنے کے آداب

(دوسری وآخری قسط)

(21)...... بعض اوقات موٹرسائیکل وغیرہ کے کمپنی سے تیار شدہ سائلنسر ہٹا کراس کی غیر معمولی بلند آواز کے شور سے دوسروں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے، کسی خوشی اور جشن کے موقع پر اس قسم کی حرکات کی جاتی ہیں، شرعی نقطۂ نظر سے یہ بہت بے ہودہ حرکت اور گناہ کے زمرہ میں داخل ہے، دوسروں کو تکلیف پہنچا کراس کو خوشی یا جشن کا نام دینا کم علمی ونادانی کی بات ہے۔

(22)...... اگر کسی جگہ پانی یا کیچڑ موجود ہو تو گاڑی چلاتے وقت اس چیز کا اہتمام ضروری ہے کہ وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرتے ہوئے کسی کے اوپر پانی کی چھینٹیں نہ پڑیں۔

اسی طرح موٹرسائیکل یا گاڑی، رکشہ وغیرہ کے پیچھے اس طرح کا مڈگارڈ (Mud Guard) لگا کر رکھنا ضروری ہے جس کی وجہ سے پانی وغیرہ کے موقع سے گزرتے ہوئے پیچھے والے مسافروں پر چھینٹیں نہ پڑیں۔

(23)...... اگرگاڑی یا موٹرسائیکل وغیرہ کسی جگہ کھڑی کرنے کی ضرورت پیش آئے، تو اس کا خیال اکثر وبیشتر رکھنا ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔

آج کل دوسروں کو تکلیف سے بچانے کی ذرا پرواہ نہیں کی جاتی، عام طور پر غفلت اور بے پرواہی کے ساتھ گزرگاہ پر گاڑی یا موٹرسائیکل کھڑی کردی جاتی ہے، جس کی وجہ سے آنے جانے اور گزرنے والوں کو تکلیف پہنچتی ہے، ٹریفک رُک جاتا اور جام ہوجاتا ہے، اور غریب ومسکین اور مصیبت زدہ، بیمار اور نہ جانے کِن کِن مسائل میں گھرے ہوئے لوگ طرح طرح کی پریشانیوں کا شکار ہوتے ہیں، تاخیر کی وجہ سے بعض لوگوں کا جہاز یا ریل چھوٹ جاتی ہے یا کوئی مریض دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے، مگر اس طرح گاڑی غلط جگہ کھڑی کرنے والے خود آرام سے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں، اس طرح کی حرکت کسی طرح بھی اسلام کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتی، اور ایسے لوگوں کی جان یا مال پر اللہ کی طرف سے بعض

اوقات دنیا ہی میں دوسرے کی مصیبت کا سبب بننے کی وجہ سے کوئی آفت یا وبال پڑ جاتا ہے۔

(24)...... اگر آپ کسی دوسرے کی گاڑی اُجرت اور کرایہ پر لے کر چلاتے ہیں، یا دوسرے سے عاریت کے طور پر کسی ضرورت میں گاڑی حاصل کی ہے، تو دوسرے کی چیز ہونے کی وجہ سے اُسے بے ڈھنگے اور غیر اُصولی طریقہ پر نہ چلایئے، بلکہ ایک امانت و دیانت سمجھتے ہوئے اور قیامت کے دن کی بازپُرس کو سامنے رکھتے ہوئے احتیاط کے ساتھ استعمال کیجئے۔

(25)...... اگر آپ محنت ومزدوری کے طور پر رکشہ، ٹیکسی وغیرہ چلاتے ہیں تو سواری کو بٹھانے سے پہلے کرایہ واُجرت کا معاملہ صاف کر لیجئے، بغیر طے کئے ہوئے اور بغیر معاملہ صاف کئے کسی سواری کو بٹھالینا مناسب نہیں، اس کی وجہ سے بعض اوقات جھگڑا اور نزاع ہو جاتا ہے اور شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ اُجرت پہلے سے طے کر لی جائے۔

(26)...... دھوکہ دہی اور غلط بیانی کر کے رکشہ، ٹیکسی وغیرہ کے لئے سواری کو زیادہ اُجرت دینے پر تیار نہ کیجئے، بلکہ بات صاف کیجئے کہ جس کی وجہ سے مخاطب کسی غلط فہمی میں مبتلاء نہ ہو۔

(27)...... آج کل موٹر سائیکل چلانے والے بعض نوجوان نادانی میں ون ویلنگ (One Welling) کرتے ہیں، جس میں اگلے ٹائر کو اوپر اٹھا لیا جاتا ہے اور صرف پچھلے ٹائر پر موٹر سائیکل چلتی ہے، یہ بہت خطرناک طریقہ ہے اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے اور دوسروں کو بھی خطرات سے دوچار کرنے والی بات ہے اور قانوناً بھی ممنوع ہے۔

اور جس طرح ''ون ویلنگ'' کرنا شرعی اعتبار سے قانوناً ممنوع ہونے کی وجہ سے منع ہے، ایسے ہی گاڑی کے ساتھ ''Drifting'' بھی منع ہے، جس سے دوسروں کی جانوں کو بھی خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

آج کل اس خونی کھیل سے روزانہ کئی افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، اور اپنے بوڑھے والدین یا بیوی یا معصوم بچوں کو بلکتا اور سسکتا ہوا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، یا زندگی بھر کے لئے یا پھر ایک طویل عرصہ کے لئے محتاجوں اور اپاہجوں والی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

(28)...... اگر آپ ڈرائیور ہونے کی وجہ سے مسافروں کو لمبے سفر پر لیجانے کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں، تو نماز کے اوقات آنے پر مسافروں کو نماز پڑھنے کا موقع فراہم کیجئے، اور خود بھی نماز ادا کیجئے، یہ عمل ان شاء اللہ آپ کے اور دیگر مسافروں کے لئے، سفر میں عافیت اور دنیا و آخرت میں خیر و برکت کا ذریعہ ہوگا۔

لیکن اسی کے ساتھ مسافروں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ جلد از جلد سفری نماز پڑھ کر فارغ ہو جائیں، اور انتظامیہ یا گاڑی کے ذمہ دار کی طرف سے جتنے وقفہ کا اعلان کیا جائے، اس وقت کے اندر اندر اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کا اہتمام کریں، ضرورت سے زائد وقت خرچ کرنے کی وجہ سے دوسرے مسافروں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور گاڑی کو اپنے مقررہ وقت پر منزل پہنچنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، اور تاخیر کی وجہ سے بعض مسافروں کا کوئی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

(29)......کسی جگہ گاڑی یا موٹر سائیکل کھڑے کرتے وقت اس میں تمام تالے اور لاک لگا دیا کریں، ورنہ ذرا سی غفلت میں چوری چکاری کا حادثہ رونما ہو جاتا ہے۔

(30)......اگر آپ کے نام پر درج شدہ موٹر سائیکل یا گاڑی وغیرہ چوری ہو جائے، تو جلد از جلد اس کی متعلقہ تھانے وغیرہ میں شکایت درج کرا دینی چاہئے، جس کی وجہ سے چوری شدہ گاڑی کی بازیابی میں بھی مدد حاصل ہوتی ہے، اور اگر کہیں دہشت گردی وغیرہ میں وہ گاڑی استعمال ہو، تو اصل مالک کے مجرم ٹھہرنے سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

(30)......سواری سے اترتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھ لینا بہتر ہے۔

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط12 **مولانا طارق محمود**

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کا مدین کی طرف سفر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ظلم اور اس کی دسترس سے بچنے کے لیے ''مدین'' کی طرف رخ فرمایا، مدین علاقے کا نام ہے، اور اس کا نام یہاں رہنے والے قبیلے یا قوم کا جو یہاں آباد تھی کے نام سے مشہور تھا، اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے، یوں اہلِ مدین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہم نسب ہوئے۔

مدین خلیج عقبہ کے مشرقی اور مغربی ساحلوں پر مصر سے آٹھ دن کی پیدل مسافت پر واقع تھا، اس علاقہ کا مرکزی شہر بھی مدین تھا، اور یہ علاقہ حضرت شعیب کا مسکن تھا، یہ علاقہ فرعون کی سلطنت سے باہر تھا، کیونکہ مصر کی حکومت پورے جزیرہ نمائے سینا پر محیط نہ تھی، بلکہ صرف اس کے مغربی اور جنوبی علاقے تک محدود تھی۔ [1]

---

[1] بائیبل کا بیان اس بارے میں قرآن مجید سے متفق ہے کہ حضرت موسیٰ نے مصر سے نکل کر مدین کا رخ کیا تھا۔
لیکن تلمود یہ بے سروپا قصہ بیان کرتی ہے کہ حضرت موسیٰ، مصر سے نکل کر حبش چلے گئے اور وہاں بادشاہ کے مقرب ہو گئے، پھر اس کے مرنے پر لوگوں نے ان کو اپنا بادشاہ بنالیا اور اس کی بیوہ سے ان کی شادی کر دی، ۴۰ سال انہوں نے وہاں حکومت کی، مگر اس پوری مدت میں اپنی حبشی بیوی سے کبھی مقاربت نہ کی، ۴۰ سال گزر جانے کے بعد اس عورت نے حبش کے باشندوں سے شکایت کی کہ اس شخص نے آج تک نہ تو مجھ سے میاں بیوی کا تعلق رکھا ہے اور نہ کبھی حبش کے دیوتاؤں کی پرستش کی ہے، اس پر امرائے سلطنت نے انہیں معزول کر کے اور بہت سا مال دے کر ملک سے باحترام رخصت کر دیا، تب وہ حبش سے مدین پہنچے اور وہ واقعات پیش آئے جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، اس وقت ان کی ۶۷ سال تھی۔
اس قصے کے بے سروپا ہونے کی ایک کھلی دلیل یہ ہے کہ اسی قصے میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اس زمانے میں اسیریا (شمالی عراق) پر حبش کی حکومت تھی، اور اسیریا والوں کی بغاوتیں کچلنے کے لیے حضرت موسیٰ نے بھی اور ان کے پیش رو بادشاہ نے بھی فوجی چڑھائیاں کی تھیں۔
اب جو شخص بھی تاریخ وجغرافیہ سے کوئی واقفیت رکھتا ہو وہ نقشے پر ایک نگاہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے کہ اسیریا پر حبشہ کا تسلط اور حبشی فوج کا حملہ یا تو اس صورت میں ہو سکتا تھا کہ مصر اور فلسطین وشام پر اس کا قبضہ ہوتا، یا پورا ملک عرب اس کے زیرنگیں ہوتا، یا پھر حبش کا بیڑا ایسا زبردست ہوتا کہ وہ بحر ہند اور خلیج فارس کو عبور کر کے عراق فتح کر لیتا، تاریخ اس ذکر سے خالی ہے کہ کبھی حبشیوں کو ان ممالک پر تسلط حاصل ہوا ہو یا ان کی بحری طاقت اتنی زبردست رہی ہو۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت موسیٰ کے سامنے اس سلسلے میں نہ کوئی واضح منزل تھی نہ آپ اس کے راستے سے واقف تھے، نہ کوئی راہبر و ہمسفر ساتھ تھا اور نہ ہی کچھ اسباب و وسائل آپ کے ساتھ تھے، اور نہ ہی آپ کو اس سفر کے سلسلہ میں تیاری کرنے کا موقع ملا تھا اور نہ وہ راستہ کی واقفیت حاصل کر سکے تھے، بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے سفر کا ارادہ کیا تھا۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا بھی ڈر تھا کہ مدین کی طرف جانے کے لیے انھیں مصر کے مقبوضہ علاقوں ہی سے گزر کر جانا تھا، اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ مصر کی پولیس اور فوجی چوکیاں آپ کے لیے پریشانی کا باعث نہ بنیں، اس لیے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میری سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے، جس سے میں صحیح سلامت مدین پہنچ جاؤں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَاءَ السَّبِيْلِ (سورة القصص، رقم الآية ۲۲)

یعنی ”اور جب رخ کیا موسیٰ نے مدین کی طرف، تو کہا امید ہے کہ میرا رب بتا دے مجھے سیدھا رستہ“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا فضل کیا کہ وہ سیدھے مدین پہنچ گئے اور آگے جا کر ان پر ہدایت کی راہ روشن ہوتی چلی گئی۔

ابن ابی حاتم نے صحیح سند کے ساتھ سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین کی طرف چلے تو ان کے پاس راستے میں سبزی اور درختوں کے پتوں کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، حتیٰ کہ پاؤں سے ننگے ہو گئے، مدین پہنچنے سے پہلے ہی ان کے پاؤں کے جوتے ٹوٹ کر گر گئے، جب سائے میں جا کر بیٹھے تو اس وقت وہ ساری مخلوق میں اللہ کے چنے ہوئے بندے تھے اور حال یہ تھا کہ بھوک سے پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا علم خود اپنی تاریخ کے بارے میں کتنا ناقص تھا اور قرآن مجید ان کی غلطیوں کی تصحیح کر کے صحیح واقعات کیسی منقح صورت میں پیش کرتا ہے۔

لیکن عیسائی اور یہودی مستشرقین کو یہ کہتے ذرا شرم نہیں آتی کہ قرآن مجید نے یہ قصے بنی اسرائیل سے نقل کر لیے ہیں۔

[1] حدثنا هارون بن إسحاق، ثنا حكام، عن، عنبسة، عن أبي حصين، عن سعيد بن جبير، عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مفسرین کا بیان ہے کہ اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غذا صرف درختوں کے پتے تھے۔
حضرت ابن عباس نے مشہور ''حدیثِ فتون'' میں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سب سے پہلا ابتلاء اور امتحان تھا۔ [1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ میں یہ سبق ہے کہ جو شخص بھی راست بازی اختیار کر کے، اللہ پر توکل وبھروسہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کا طلب گار رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی اسی طرح رہنمائی فرماتے ہیں، جس طرح سے کہ حضرت موسیٰ کی رہنمائی فرمائی، اور آپ کی دعاء کو ایسا قبول فرمایا کہ آپ کو نہ صرف یہ کہ مدین کے اَن دیکھے راستوں پر ٹھیک ٹھیک چلایا بلکہ اس کے بعد بھی ہر مرحلہ پر رہنمائی فرمائی۔
تو ایک مسلمان اور ایمان والے کی بھی یہی شان ہونی چاہیے کہ وہ ہر حال، ہر موقعہ اور اپنے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ واعتماد رکھے، کیونکہ سب کچھ اسی کے قبضہ وقدرت اور اختیار میں ہے۔ (جاری ہے......)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ابن عباس فی قوله :ولما ورد ماء مدين قال :ورد الماء حتى إنه ليتراء ى خضرة البقل من الهزال فی بطنه.

حدثنا علی بن الحسين، ثنا أبو العلاء ، ثنا هشام بن علی، ثنا الأعمش، عن المنهال بن عمرو، عن سعيد بن جبير أن ابن عباس قال :لما خرج موسى صلى الله عليه وسلم من مصر إلى مدين وبينه وبينها ثمان ليال كان يقال :نحو من البصرة إلى الكوفة ولم يكن له طعام إلا ورق الشجر وخرج حافيا فما وصل إليها حتى وقع خف قدمه(تفسير ابنِ ابی حاتم،رقم الروايات ١٦٨٠٩، ١٦٨١٠، سورة القصص، قوله تعالى :ولما ورد ماء مدين)

حدثنا أبو عمار الحسين بن حريث المَروزِیّ، قال :ثنا الفضل بن موسى، عن الأعمش، عن المنهال بن عمرو، عن سعيد بن جُبَیْر، قال :خرج موسى من مصر إلى مَدْيَنَ، وبينها وبينها مسيرة ثمان، قال :وكان يقال نحو من الكوفة إلى البصرة، ولم يكن له طعام إلا وَرَق الشجر، وخرج حافيا، فما وصل إليها حتى وقع خفّ قدمه(تفسير الطبری، ج١٩ ص٥٥٠، سورة القصص)

[1] وذلک من الفتون يا ابن جبير فخرج موسى متوجها نحو مدين لم يلق بلاء قبل ذلک وليس له بالطريق علم إلا حسن ظنه بربه عز وجل فإنه قال :(عسى ربی أن يهدينی سواء السبيل (مسند ابی يعلیٰ الموصلی، رقم الحديث ٢٦١٨)

قال الهيثمی:رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح غير أصبغ بن زيد والقاسم بن أبی أيوب وهما ثقتان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١١١٦٦)

وقال حسين سليم اسد الدارانی:رجاله ثقات(حاشية مسند ابی يعلیٰ)

طب وصحت مفتی محمد رضوان

Idara Ghufran

چند عام بیماریاں اور اُن کا آسان علاج (قسط4)

پیشاب کا بند ہونا (Urinary retention)

بعض اوقات وقتی طور پر پیشاب کی آمد بند ہو جاتی ہے، اور مریض کو سخت تکلیف ہوتی ہے، ایسی صورت میں رائی اور شورہ قلمی دونوں ایک ایک ماشے، کھانڈ یا مصری یا سرخ شکر دو ماشے میں ملا کر، دو دو ماشے دو دو گھنٹے کے وقفے سے پانی کے ساتھ پھنکائیں، اور شورہ قلمی چھ ماشے کو پانی میں گھول کر اس میں کپڑے کی گدّی بھگو کر پیڑو اور مثانہ پر رکھیں، اس سے عام طور پر پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔

مکئی کے بھٹے کے اوپر جو بال ہوتے ہیں، دو تولے کو پانی میں جوش دے کر پلانے سے بھی پیشاب کھل کر آجاتا ہے۔

اس کے علاوہ خربوزہ خوب کھانے سے بھی پیشاب کھل کر آجاتا ہے۔

پیشاب کی جلن (Gonorrhea)

بعض اوقات پیشاب میں سخت جلن ہوتی ہے، اور مریض کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسی صورت میں دودھ پاؤ سیر میں پاؤ سیر پانی ملا کر کھانڈ یا سرخ شکر سے میٹھا کر کے پینے سے پیشاب کی جلن دور ہو جاتی ہے۔

شورہ قلمی اور بڑی الائچی ایک ایک تولہ باریک پیس کر چار ماشے پانی یا دودھ کی لسّی کے ساتھ کھانے سے بھی پیشاب کی جلن دور ہو جاتی ہے۔

رتن جوت بوٹی ایک تولہ، سیاہ مرچ پانچ عدد، پانی میں پیس چھان کر مصری یا شکر ملا کر پینے سے بھی پیشاب کی جلن دور ہو جاتی ہے۔

بستر پر پیشاب نکل جانا (Bedwetting)

بعض اوقات سمجھدار بچے یا کبھی بڑی عمر کے افراد کا سوتے ہوئے بستر پر پیشاب نکل جاتا ہے، جس کی وجہ سے بستر خراب اور بدبودار ہو جاتا ہے اور بدبو پھیل کر کوفت کا سبب بنتی ہے، ایسے مریض کو پیشاب کر کے

سلانا چاہئے، سوتے وقت دودھ، چائے وغیرہ پلانے سے احتیاط کی جائے، اگر پیٹ میں کیڑے ہوں یا قبض رہتا ہو تو ان چیزوں کا علاج کرنا چاہئے۔

اور ایسی صورت میں تل دو تولے اور اجوائن ایک تولہ کو لے کر کُوٹ لیں اور سفوف بنالیں اور اس کے برابر گڑ ملا کر چھ چھ ماشہ اور بچہ کو اس سے کچھ کم مقدار صبح اور شام استعمال کرائیں۔

خولنجان پانچ تولہ کو باریک پیس چھان کر پندرہ تولہ شہد میں ملا کر نو نو ماشہ اور بچہ کو اس سے کچھ کم مقدار میں صبح اور شام استعمال کرانا بھی اس بیماری میں مفید ہے۔

اور بیسن کی روٹی اور پکوڑوں کا استعمال بھی اس بیماری میں مفید ہے۔

پیشاب کے ساتھ خون آنا (Blood in urine)

بعض اوقات پیشاب کے ساتھ خون شامل ہو کر آنے لگتا ہے، اور بعض اوقات پیشاب سے پہلے یا بعد میں خالص خون آتا ہے، جبکہ بعض اوقات پیشاب کے بجائے خالص خون برآمد ہوتا ہے۔

اگر پتھری وغیرہ ہونے کی علامت نہ ہو تو مریض کو آرام سے بستر پر لیٹے رہنے کی ہدایت کریں، اور ہلدی، نیم گرم دودھ میں ملا کر دیں۔

اور سفید دوب نام کی گھاس ایک تولہ اور سفید مرچیں پانچ عدد پانی میں پیس چھان کر مریض کو پلائیں۔

یا خشک آملہ ایک تولہ اور ہلدی تین ماشہ دونوں کو تھوڑا سا کوٹ کر رات کے وقت پانی میں بھگو دیں اور صبح کو اوپر کا صاف پانی نتھار کر مریض کو پلائیں۔

اگر پیشاب یا پاخانہ کے راستہ سے خون آتا ہو، تو اس سے نجات کے لئے ایک تولہ آملہ پانی میں پیس چھان کر مصری یا شکر میں ملا کر پلانے کی حیرت انگیز تاثیر ہے۔

گردہ و مثانہ کی پتھری (Cystolith)

بعض اوقات گردہ یا مثانہ میں پتھری پیدا ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے درد اور چبھن ہوتی ہے، بعض اوقات آرام کرنا اور سونا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

مولی کا پانی آدھا چھٹانک لے کر اس میں ''جوا کھار'' چار رتی ملا کر چند دن صبح شام پینے سے گردہ یا مثانہ کی پتھری نکل آتی ہے۔

اس کے علاوہ اجوائن کے متواتر استعمال سے بھی گردے اور مثانے کی پتھری نکل آتی ہے۔

پتّہ کی پتھری (Gallstone)

چکنائی والی اشیاء کے زیادہ استعمال، موٹاپے، یا خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کی گولیوں وغیرہ کے استعمال سے جسم میں کولیسٹرول بڑھ جاتا ہے اور پتّہ میں پتھری کا باعث بنتا ہے، پتّہ میں پتھری پیدا ہونے کے بعد چکنی غذاء کے استعمال سے تکلیف میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

جدید میڈیکل سائنس میں پتّہ کی پتھری کی تکلیف میں آپریشن کرکے پتّہ کو نکال دینا ہی کامیاب علاج سمجھا جاتا ہے، حالانکہ پتّہ کو نکال دینے کے بعد ہضم کے نظام میں خلل واقع ہوجاتا ہے، اور بھی کئی قسم کے مسائل جنم لینا شروع کردیتے ہیں۔

مگر تجربہ کار اطباء نے پتّہ نکالے بغیر بعض علاج تجویز کئے ہیں، جن سے پتّہ کی پتھری کا اخراج ممکن ہوتا ہے۔

انجیر کے متواتر استعمال کو پتّہ کی پتھری کے اخراج میں بہت مؤثر پایا گیا ہے، اسی طرح زیتون کے تیل کے استعمال کو بھی پتّہ کی پتھری کو خارج کرنے میں مؤثر سمجھا گیا ہے، اور بعض دوسرے دیسی نسخوں کو بھی پتّہ کی پتھری کو خارج کرنے میں موثر پایا گیا ہے۔

انجیر کا سادہ طریقہ پر اور بطور خاص صبح نہار منہ کچھ عرصہ تک استعمال پتّہ کی پتھری کے اخراج میں مؤثر ہے۔

اگر انجیر کو سرکہ میں بھگو کر کھایا جائے تو بھی پتّہ کی پتھری برآمد ہونے میں مؤثر ہے۔

اس کے علاوہ صبح نہار منہ شہد کے شربت کے ساتھ تھوڑی سی کلونجی شامل کرکے کھانا پتّہ کی پتھری کا مؤثر نسخہ قرار دیا گیا ہے، زیتون کے تیل کا مسلسل پینا بھی پتّہ کی پتھری کو خارج کردیتا ہے۔

جو کا دلیہ بھی پتّہ کی پتھری کے لئے مفید ہے۔

ایک چمچہ خالص شہد اور ایک چمچہ روغنِ زیتون ملا کر استعمال کریں، خربوزہ کا کثرت سے استعمال کریں۔

ایک کلو لیموں کا رس نکال کر چھ سات عدد کوڑیاں (یعنی سیپیاں) لے کر یہ پانی ان کوڑیوں میں ڈال دیں اور لیموں کے رس کو دو تین گھنٹے بعد ہلا کر رکھ دیا کریں، دو تین دن تک یہ عمل جاری رکھیں اور اس رس کو جالی دار کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ کر رکھیں، جب کوڑیاں لیموں کے رس میں اچھی طرح حل ہوجائیں، تو اوپر سے صاف پانی نتھار کر رکھ لیں اور اس میں تھوڑی مقدار رس لے کر اس میں تھوڑا سا پانی شامل کرکے صبح اور شام دو وقت استعمال کریں، یہ نسخہ پتّہ کی پتھری کو توڑنے میں مؤثر ہے۔

پتے کی پتھری سے محفوظ رہنے کے لئے چکنائیوں کا استعمال کم کیا جائے، غذا ریشہ دار سالم اناج پھلوں اور سبزیوں کی صورت میں زیادہ استعمال کریں، پروٹین (گوشت) روزانہ ڈیڑھ دو چھٹانک سے زیادہ استعمال نہ کریں، وزن کو کم کرنے اور کم رکھنے کی کوشش کریں، ہلکی پھلکی ورزش یا پیدل چلنے کا معمول بنائیں، کولیسٹرول والی غذائیں کم کھائیں، اس طرح بلڈ پریشر کے بڑھنے اور امراض قلب سے بھی محفوظ رہا جاسکتا ہے، سبزیوں اور پھلوں کا غذا میں اضافہ کریں، ڈبل روٹی، آلو اور چاول سے حتی الامکان پرہیز رکھیں، کھانے کے درمیان پانچ چھ گھنٹے سے زیادہ وقفہ نہ رکھیں، حیاتین بھی کولیسٹرول کو کم کرنے میں معاون ہے، دودھ، مکھن، کیلا اور انڈے کا استعمال کم رکھیں، اس بیماری میں سبزیاں اور پھل زیادہ مفید ہیں، ذہنی سکون کا بھی خیال رکھیں۔

بقیہ متعلقہ صفحہ 31 ''لفظ برکت کی حقیقت''

لفظ ''مبارک ہو'' کہہ کر گویا ہم یہ دعاء دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس نعمت کے تمام فوائد عطاء فرمائے، اور اس نعمت کا انجام بھی تمہارے حق میں بہتر ہو۔

برکت کی دعاء ہمیں خود اپنے لیے بھی کرنی چاہئے، اور اپنے دوستوں اور بھائیوں اور رشتہ داروں وغیرہ کو بھی برکت کی دعاء دینی چاہئے۔

لیکن ناجائز اور حرام کاموں پر ''مبارک ہو'' نہیں کہنا چاہئے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جانوں میں، ہمارے مالوں میں، ہمارے گھروں میں، اور ہماری اولادوں میں برکت عطاء فرمائے۔ آمین۔

اخبارِ ادارہ مفتی محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

❑......27/ذی الحجہ،5/12/19/محرم، جمعہ کومتعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ سابق ہوئے۔

❑......22/29/ذی الحجہ،7/14/محرم،اتوار کوحضرت مدیر صاحب کی ہفتہ وار مجلس حسبِ سابق منعقد ہوتی رہی۔

❑......27/4/11/محرم، جمعرات، بعدظہر، شعبہ حفظ کی ہفتہ وار بزمِ ادب کا انعقاد ہوا۔

❑......29/ذی الحجہ،7/14/محرم،اتوار، بعدظہر شعبہ ناظرہ وغیرہ کی بزمِ ادب ہوتی رہی۔

❑......22/ذی الحجہ،اتوار، بوقتِ فجر، مولانا محمد ناصر صاحب سفرِ حج سے بخیر وعافیت واپس تشریف لائے۔

❑......26/ذی الحجہ، جمعرات بعدظہر شعبہ حفظ کا ضمنی جائزہ مولانا محمد ناصر صاحب نے لیا۔

❑......27/ذی الحجہ، جمعہ، بعدمغرب تا شب 9 بجے، ادارہ کی ''مجلسِ فقہی'' کا ماہانہ اجلاس ہوا، علمی وتحقیقی رسائل جلد دوم کے 6 رسائل کو حتمی شکل دے کر اشاعت کے لیے بھیجنے کے متعلق مشاورت وفیصلے ہوئے۔

❑......3/محرم، بدھ، بعدعصر تا عشاء، مجلس علمی راولپنڈی، اسلام آباد کا اجلاس دارالافتاء ادارہ غفران میں ہوا۔

❑......7/محرم، اتوار، حضرت مدیر صاحب کی طرف سے اپنے مکان پر ادارہ کے اساتذۂ کرام وارکانِ عملہ کی نئے مکان میں منتقل ہونے کی خوشی میں دوپہر کھانے کی دعوت تھی، اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

❑......9/محرم، منگل، حضرت مدیر صاحب نے جناب جاوید اختر بھٹی صاحب کی والدہ محترمہ کا جنازہ اسلام آباد ایچ الیون قبرستان میں دن گیارہ بجے پڑھایا۔

❑......16/محرم، منگل، بعدعصر مولانا طارق محمود صاحب، اسلام آباد تشریف لے گئے، جہاں جناب مولانا بشیر صاحب کے فوت ہونے پر ان کے صاحبزادوں جناب عبدالرحمٰن صاحب اور جناب عطاء الرحمٰن صاحب سے تعزیت کی۔

❑......17/محرم، بدھ، مولانا عبدالسلام صاحب اور مولانا طارق محمود صاحب، جناب غلام مصطفیٰ صاحب (چکوال) کی عیادت کے لیے سول ہسپتال، راولپنڈی تشریف لے گئے، جہاں غلام مصطفیٰ صاحب زیرِ علاج ہیں، ان کا چکوال میں موٹرسائیکل پر ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا، تشویشناک حالت میں ان کو راولپنڈی لایا گیا۔

❑......19/محرم، جمعہ، بعدعصر، حضرت مدیر صاحب نے مسجدِ غفران میں اپنی بھتیجی جناب محمد فرقان خان صاحب (پاکستان آٹوز، راولپنڈی) کا نکاح جناب آفتاب خان ولد خورشید صاحب سے پڑھایا، رات کو خورشید صاحب ہاں فرقان صاحب، مدیر صاحب اور ان کے گھر والے اور اہلِ ادارہ عشائیہ پر مدعو تھے۔

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

21/ستمبر/2016ء/ 18/ ذی الحجہ/ 1437ھ: پاکستان: بھارتی فوج نے 10 کشمیریوں کو پاکستانی جنگجو قرار دے کر شہید کر دیا 22/ستمبر: پاکستان: سائبر کرائم قانون کے تحت ایف آئی اے کو کاروائی کا اختیار مل گیا۔ قائمہ کمیٹی، افغانستان سے پاکستانیوں کو فوری وطن لانے کی سفارش 23/ستمبر: پاکستان: وزیرِ اعظم کی اقوامِ متحدہ جنرل اسمبلی میں کشمیریوں کی حمایت، بیرونِ ممالک پاکستانی، کشمیری خوش 24/ستمبر: پاکستان: 2013 کی نسبت پی آئی اے کے خسارے میں 14 ارب کی کمی۔ پشاور میں بھارتی مصنوعات کا بائیکاٹ، تاجروں نے اسٹاک ضائع کر دیا 25/ستمبر: پاکستان: یکم نومبر سے دہشتگردی مقدمات کی سماعت جیل میں کرنے کا فیصلہ 26/ستمبر: پاکستان: نیکٹا کی ہدایات پر عملدرآمد کرتے ہوئے، نجی بینکوں نے شیڈول فورتھ میں شامل کالعدم تنظیموں اور ان کے سہولت کاروں کے 2021 بینک اکاؤنٹس منجمد کر دیے 27/ستمبر: پاکستان: چربہ سازی کی شکایات، 12 ہزار پی ایچ ڈی ڈگریوں کی دوبارہ جانچ پڑتال شروع 28/ستمبر: پاکستان: قومی ایئر لائن، پاک چین اقتصادی راہداری کے حوالے سے، چین کے لیے پروازوں میں اضافہ کر دیا 29/ستمبر: پاکستان: آزاد کشمیر بھی اقتصادی راہداری منصوبے میں شامل، 720 میگاواٹ بجلی منصوبے پر دستخط۔ انتخابی فہرستوں کی تیاری، بیلٹ پیپرز کی چھپائی شروع، آئندہ عام انتخابات میں 20 کروڑ سے زائد بیلٹ پیپرز چھاپے جائیں گے 30/ستمبر: پاکستان: پاک افغان تجارت بحال، 4 ماہ بعد انگور اڈا گیٹ کھول دیا گیا یکم/اکتوبر: پاکستان: پٹرولیم قیمتوں میں اضافے کی سمری مسترد، بجلی 2.56 روپے فی یونٹ سستی 2/اکتوبر: پاکستان: سندھ کابینہ، سرکاری لازمتوں پر پابندی ختم، ہال رات 10، مارکیٹیں 7 بجے بند کرانے کا فیصلہ۔ سرجیکل اسٹرائیک کا بھارتی جھوٹ بے نقاب، پاک فوج نے ملکی اور غیر ملکی میڈیا کو علاقے کا دورہ کرا دیا، پاکستانی بے خوف، سیاچن اور کنٹرول لائن پر بھارت کے خلاف ریلی 3/اکتوبر: پاکستان: توانائی بحران کا خاتمہ، 34 ہزار میگاواٹ کے منصوبے تیار۔ پنجاب کے 10 لاکھ سے زاید کسانوں میں، وزیرِ اعظم کسان پیکج کے تحت 23 ارب روپے تقسیم 4/اکتوبر: پاکستان: راہداری منصوبے میں شامل 874 کلومیٹر پر مشتمل 4 شاہراہیں مکمل۔ ملک میں زرمبادلہ کے ذخائر بلند سطح پر پہنچ گئے، حجم 23 ارب 58 کروڑ ڈالر ہو گیا 5/اکتوبر: پاکستان: بھارت کی پاکستان کے خلاف دائر کی گئی آن لائن پٹیشن مسترد، امریکی ویب سائٹ سے ہٹا دی گئی 6/اکتوبر: پاکستان: پاکستان کا افغانستان کے لیے

500ملین ڈالرامداد کا اعلان، یورپی یونین بھی200ملین یورودے گا ← پاکستان اور بیلا روس کے درمیان باہمی تعاون کے 14 معاہدے ✍7/اکتوبر: پاکستان: پاکستان نے ایک ارب ڈالر کے سکوک بانڈ جاری کردیے، قرضے کم ہوں گے، وزیرِ خزانہ ← سوات موٹروے کی حتمی منظوری، الگ پولیس فورس بنانے کا فیصلہ ✍8/اکتوبر: پاکستان: تصدیقی مہم، 3لاکھ 88ہزار شناختی کارڈ مشکوک قرار ✍9/اکتوبر: پاکستان: قیامت خیز زلزلہ کو11سال بیت گئے، بحالی کے کچھ منصوبے ابھی بھی نامکمل، دعائیہ تقریبات اور ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی ✍10/اکتوبر: پاکستان: کشمیر میں بھارتی مظالم سے آگاہ کرنے، 2رکنی پاکستانی وفد ترکی پہنچ گیا ✍11/اکتوبر: پاکستان: مزید5654مہاجرین کی افغان واپسی، یواین ایچ سی آر نے ہیلپ لائن قائم کردی ✍12/اکتوبر: پاکستان: بلوچستان سے بھی افغان مہاجرین وطن واپسی جاری ✍13/اکتوبر: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار ✍14/اکتوبر: پاکستان: بھارت میں گائے کی تصویر وٹس ایپ کرنا جرم، پولیس نے نوجوان مارڈالا ✍15/اکتوبر: پاکستان: یونیسکو نے مسلمانوں کے قبلہ اول پر یہودیوں کا دعویٰ باطل قرار دے دیا، مسجدِ اقصیٰ اور دیوارِ براق پر مسلمانوں کا حق ہے، عالمی ادارہ، قرارداد کے حق میں 24، مخالف میں 6ووٹ آئے ✍16/اکتوبر: پاکستان: ملازمت سے فارغ170شہری سعودیہ سے واپس آگئے ✍17/اکتوبر: پاکستان: گوادر پورٹ فعال، سی پیک کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے کے قریب، چین کا پہلا بحری جہاز بندرگاہ پہنچ گیا، اقتصادی راہداری کا ایک سنگِ میل عبور ✍18/اکتوبر: پاکستان: خلیجی ممالک سے آنے والا زرمبادلہ12ارب ڈالر سے متجاوز ✍19/اکتوبر: پاکستان: 10ہزار سے زاید وفاقی پولیس اہلکاروں کی اگلے گریڈ میں ترقی ← ملتان، میٹرو بس سروس نجی کمپنی کے حوالے کردی گئی ✍20/اکتوبر: پاکستان: انڈونیشیا اور ملائیشیا طرز پر، عازمین حج کے لیے سال بھر تربیتی پروگرام منعقد کرنے کا فیصلہ۔